جلد ۲ مئی ۱۹۶۱ء شمارہ ۵

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آلِ عمران)

مجلس انصاراللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصاراللہ ربوہ

سالانہ چندہ: پانچ روپے قیمت فی پرچہ: آٹھ آنے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

(آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

مئی ۱۹۶۱ء

ایڈیٹر

مسعود احمد دہلوی

سالانہ چندہ:- پانچ روپے ——— فی پرچہ:- پچاس پیسے

فہرستِ مضامین

طابع و ناشر:- محمد ابراہیم ۔ مطبوعہ:- ضیاء الاسلام پریس دار الرحمت غربی ربوہ ۔ مقام اشاعت:- دفتر ماہنامہ "انصار اللہ"

دار الصدر جنوبی ۔ ربوہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد ۲ | ماہنامہ انصار اللہ ربوہ | شمارہ ۵

۱۵ مئی ۱۹۶۱ء

خلافت کا آسمانی نظام اور ہماری ذمہ داری

یہ سوال کہ اُمتِ مُسلمہ پر زوال کیوں آیا صدیوں سے اُمت کے اہلِ علم اور اہلِ فکر افراد کے ذہنوں کو پریشان کرتا رہا ہے۔ انہوں نے اس کے متعدد جواب دینے کی کوشش کی ہے۔ کوئی ایک خامی کو زوال کا سبب قرار دیتا ہے اور کوئی دوسری خامی کو۔ الغرض اگر اس بارہ میں متقدمین اور متاخرین کی کتب اور ان میں بیان کردہ نظریات کا تھوڑا بہت بھی مطالعہ کیا جائے تو اسباب و عوامل کا ایک لامتناہی سلسلہ نگاہوں کے سامنے آئے بغیر نہیں رہتا۔ اسباب و عوامل کی اس کثرت اور بوقلمونی پر وہی مثل صادق آتی ہے کہ جتنے مُنہ اتنی ہی باتیں۔ اِن میں سے اکثر اسباب تو ایسے ہیں جنہیں صحیح معنوں میں اسباب قرار دیا ہی نہیں جا سکتا کیونکہ کسی نہ کسی بنیادی سبب کے نتائج یا اثرات سے زیادہ اُن کی اور کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اِن حالات میں جو چیز انتہائی اہمیت کی حامل ہے وہ یہ ہے کہ اسباب و عوامل کے ایسے انبار سے قطع نظر زوالِ اُمت کا اصل اور بنیادی سبب معلوم کیا جائے۔

زمانہ حال کے ایسے اصحابِ علم میں سے جنہوں نے اصل اور بنیادی سبب کی نشاندہی کرنے میں خاصی حد تک دقتِ نظر سے کام لیا ہے ایک مولانا ابو الکلام آزاد بھی ہیں۔ انہوں نے اُمتِ مسلمہ میں سے خلافتِ راشدہ کے مِٹ جانے کو زوالِ اُمت کا اصل سبب قرار دیا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ خلافتِ راشدہ کو اُمت کے حق میں اساس الاتحاد کی حیثیت حاصل تھی۔ جب تک یہ نظام قائم رہا مسلمان صحیح معنوں میں ایک اُمت کی حیثیت سے دنیا میں برابر ترقی کرتے رہے۔ برخلاف اس کے جب یہ اساس قائم نہ رہی تو اُمت منتشر اور تتر بتر ہو گئی اور انتہائی عروج کے منازل کامیابی کے ساتھ طے کرنے کے بعد رفتہ رفتہ قعرِ مذلت میں آ گری۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"مسلمانوں کی قومی زندگی و عروج کا اصلی دَور وہی تھا جب اُن کی قومی و انفرادی، مادی و معنوی، اعتقادی و عملی زندگی پر اجتماع و ائتلاف کی رحمت طاری تھی۔ اور ان کے تنزّل و ادبار کی اصلی بنیاد اُسی دن پڑی جب اجتماع و ائتلاف کی جگہ اشتات و انتشار کی نحوست چھانی شروع ہوگئی۔ ابتداء میں ہر مادہ مجتمع تھا، ہر طاقت سمٹی ہوئی تھی، ہر چیز بندھی ہوئی تھی لیکن بتدریج تفرقہ و انتشار کی ایسی ہوا چلی کہ ہر بندھن کھلا، ہر جماؤ پھیلا، ہر ملی جلی اور اکھٹی طاقت الگ الگ ہوکر منتشر اور تتر بتر ہوگئی۔ قرآن حکیم کے بتلائے ہوئے قانونِ تنزّلِ اقوام کے مطابق یہ حالت ہر چیز اور ہر گوشۂ وجود و عمل پر طاری ہوئی اور ایک ہزار برس پر تین صدیاں گزر چکی ہیں کہ برابر طاری ہو رہی ہے اور بڑھتی جاتی ہے۔ لوگ اسبابِ تنزّلِ اُمت پر بحث کرتے اور پھر طرح طرح کی علتیں ٹھہراتے اور طرح طرح کے ناموں سے موسوم کرتے ہیں۔ حالانکہ قرآن و سنّت اور عقلیاتِ صادقہ کے نزدیک تنزّل کے تمام فسادات و نتائج صرف اسی ایک چیز کا نتیجہ ہیں۔ اِس حقیقت کو کتنے ہی مختلف ناموں سے پکارلو مگر اصلی علت اس کے سوا کوئی نہیں۔" (مسئلہ خلافت صفحہ ۱۸۱)

آگے چل کر لکھتے ہیں :-

"اجتماع و ائتلاف کی یہ حالت حضرت علی علیہ السلام پر ختم ہوگئی۔ اس کے بعد سے اشتات و انتشار کا دَور شروع ہوا۔ از انجملہ مرکزی قوتوں اور منصوبوں کا انتشار و اشتات تھا جس نے فی الحقیقت اُمت کا تمام نظام شرعی و اصلی درہم برہم کر دیا۔ خلافتِ خاصہ کے بعد یہ ساری یکجا قوتیں الگ الگ ہوگئیں۔" (مسئلہ خلافت صفحہ ۲۱)

اِن اقتباسات سے ظاہر ہے کہ مولانا ابوالکلام آزاد کے نزدیک نظامِ خلافت کا مٹ جانا زوالِ اُمت کا اصل اور بنیادی سبب ہے۔ بنیادی سبب کے معلوم ہوجانے کے بعد اس ضمن میں طبعاً سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نظامِ خلافت کیوں قائم نہ رہا اور خلافتِ راشدہ کے بعد ملوکیت میں تبدیل ہونے سے اس کی عظمت کیوں برقرار نہ رہ سکی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ (جیسا کہ آیتِ استخلاف میں وعد اللہ الّذین اٰمنوا منکم و عملوا الصّٰلحٰت لیستخلفنّھم فی الارض کما استخلف الّذین من قبلھم کے الفاظ سے ظاہر ہے) خلافت کا وعدہ ایمان اور اعمالِ صالحہ کے ساتھ مشروط تھا۔ یہاں ایمان سے محض اللہ اور رسولؐ پر ایمان لانا مراد نہیں ہے بلکہ مراد ایمان بالخلافت ہے کیونکہ یہ وعدہ کافروں سے نہیں بلکہ مسلمانوں سے تھا اور مسلمان خدا اور رسولؐ پر ایمان لانے کی وجہ سے اِن معنوں میں مومن پہلے ہی تھے۔ سو اٰمنوا منکم کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ یہ وعدہ اُن مومنوں سے تھا کہ جو نظامِ خلافت اور اس کی اہمیت پر دل وجان سے ایمان رکھتے ہوں اور ساتھ ہی مناسبِ حال اعمال

بجالانے والے ہوں۔ چونکہ خلافت کی ناقدری کے باعث مسلمان مومن بالخلافت نہ رہے اور اُن کی نگاہ میں خلافت کی عظمت و اہمیت گر گئی اس لئے خدا نے انتخاب کا حق چھین کر انہیں اس نعمت سے محروم کر دیا۔ رہا خلافت کے ملوکیت میں تبدیل ہونے کا سوال سو اس کی وجہ یہ تھی کہ خلافت اپنی بنیاد اور اصل کے لحاظ سے خالصۃً ایک روحانی نظام تھا لیکن غلطی سے دنیوی اقتدار اور سیاسی غلبہ و استیلاء کو اس کا لازمی اور بنیادی جزو سمجھ لیا گیا۔ سیاسی اقتدار اگر خدا تعالےٰ چاہے تو اس کے ساتھ جمع تو ہو سکتا ہے، جیسا کہ صدرِ اوّل میں ہوا، لیکن یہ اس کا لازمی جزو نہیں ہے۔ سیاسی اقتدار کو خلافت کا لازمی جزو سمجھنے کا یہی نتیجہ ہونا چاہیئے تھا اور ہوا کہ ایمان بالخلافت کے کمزور پڑنے کے ساتھ ساتھ رفتہ رفتہ اسے ملوکیت کا لبادہ اوڑھا دیا گیا اور اُمّت اس روحانی خلافت کے آسمانی نظام سے محروم ہو گئی جس کا آیتِ استخلاف میں وعدہ دیا گیا تھا۔

بالآخر تیرہ صدیاں گزرنے کے بعد صبحِ سعادت نمودار ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس اُمّت کی اصلاح اور دینِ اسلام کو از سرِ نو سربلندی عطا کرنے کے لئے اپنے وعدہ کے مطابق عین وقت پر حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کو جری اللہ فی حلل الانبیاء کی حیثیت سے مسیح موعود بنا کر مبعوث کیا۔ آپ نے دُنیا کو مخاطب کر کے فرمایا:-

"اے دانشمندو! تم اس سے تعجب مت کرو کہ خدا تعالےٰ نے اس ضرورت کے وقت میں اور اس گہری تاریکی کے دنوں میں آسمانی روشنی نازل کی اور ایک بندے کو مصلحتِ عام کے لئے خاص کر کے بغرضِ اعلائے کلمۂ اسلام و اشاعتِ نورِ حضرت خیر الانام اور تائیدِ مسلمانوں کے لئے اور نیز اُن کی اندرونی حالت کے صاف کرنے کے ارادے سے دُنیا میں بھیجا ...... اگر تم ایمان دار ہو تو شکر کرو اور شکر کے سجدات بجالاؤ کہ وہ زمانہ جس کا انتظار کرتے کرتے تمہارے بزرگ آباء گزر گئے اور بے شمار روحیں اس کے شوق میں ہی سفر کر گئیں وہ وقت تم نے پا لیا۔ اب اس کی قدر کرنا یا نہ کرنا اور اس سے فائدہ اُٹھانا یا نہ اُٹھانا تمہارے ہاتھ میں ہے۔ میں اس کو بار بار بیان کروں گا اور اس کے اظہار سے رُک نہیں سکتا کہ میں وہی ہوں جو وقت پر اصلاحِ خلق کے لئے بھیجا گیا تا دین کو تازہ طور پر دلوں میں قائم کر دیا جائے۔" (فتح اسلام)

یہ دراصل دینِ اسلام کے احیاء اور اس کی سربلندی کے لئے دُنیا میں رُوحانی خلافت کے آسمانی نظام کے از سرِ نو قیام اور اس کے استحکام و دوام کا اعلان تھا، زوالِ اُمّت کے بنیادی سبب کو دُور کر کے روئے زمین پر اسلام کے دوبارہ غالب آنے کا مژدۂ جانفزا تھا، اُمّت کو استخلاف فی الارض کے خدائی وعدے کا اہل بنانے اور اہنیں اس کے مناسبِ حال اوصاف سے متصف کرنے کے آسمانی عزم کا اظہار تھا، افرادِ اُمّت کے امر بالمعروف اور

نہی عن المنکر کی راہ پہ گامزن ہونے اور خیر امت کے لقب سے پھر سرفراز ہونے کی بشارت تھی، تشتت و افتراق اور انتشاف و انتشار سے نجات پاکر اعتقادی و عملی وحدت اور ہم آہنگی و یگانگت سے مالامال ہونے کی عظیم الشان خوشخبری تھی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے بحکم الٰہی نیک طینت اور سعید الفطرت انسانوں کی ایک جماعت قائم کی اور اپنی باطنی کشش اور قوتِ قدسیہ کی مدد سے اُن کے قلوب و اذہان کی تطہیر کر کے انہیں ایمان بالخلافت اور اعمالِ صالحہ کے اُن اوصاف سے متصف کیا کہ جن کے نتیجہ میں یہ اُمت خدا کی نگاہ میں دوبارہ روحانی خلافت کے آسمانی نظام کی اہل قرار پاسکتی تھی۔ اسلام کا درد رکھنے والی ایسی پاکباز جماعت قائم کرنے کے بعد آپ نے اللہ تعالےٰ سے خبر پاکر اعلان فرمایا کہ مَیں خدا تعالےٰ کی ایک مجسّم قدرت ہوں اور ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں میرے بعد قدرتِ ثانیہ کے رنگ میں بعض اور وجود ظاہر ہوں گے جن کے ذریعے خدا اس سلسلہ کو بڑھائے گا اور یہ بڑھے گا اور پھیلے گا اور ساری دُنیا پہ محیط ہو جائے گا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا:۔

> "اے تمام لوگو سُن رکھو کہ یہ اُس خدا کی پیشگوئی ہے جس نے زمین و آسمان بنایا کہ وہ اپنی اس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلا دے گا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور حجت اور برہان کی رُو سے سب پر ان کو غلبہ بخشے گا اور دنیا میں ایک ہی مذہب (اسلام) ہوگا اور ایک ہی پیشوا (محمد صلی اللہ علیہ وسلم)۔ میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا۔ اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اسے روک سکے۔" (تذکرۃ الشہادتین)

نیز اپنے بعد روحانی خلافت کے قیام اور اس کی مخصوص برکات کے اجراء کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

> "سو اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلاوے۔ سو اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالےٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے۔ اس لئے تم میری اس بات سے جو مَیں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک مَیں نہ جاؤں لیکن مَیں جب جاؤں گا تو پھر خدا اُس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی ۔ ۔ ۔ ۔ مَیں خدا کی ایک مجسّم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے۔" (الوصیت)

آپ نے جو کچھ فرمایا تھا اُس کا حرف حرف پورا ہوا۔ آپ کی وفات کے بعد قدرتِ ثانیہ یعنی خلافت

علی منہاج النبوّت کا ظہور عمل میں آیا۔ خدائی منشاء اور اس کے خاص تصرّف کے ماتحت پہلے حضرت مولانا نورالدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سلسلہ احمدیہ کی موعودہ روحانی خلافت کی مسند پر متمکن ہوئے اور پھر خدا نے اپنی اُن بشارتوں کے عین مطابق جو اُس نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کو پہلے سے دے رکھی تھیں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اطال اللہ بقاءہٗ و ایّدہٗ بنصرہ العزیز کو منصبِ خلافت پر فائز کیا۔ آج آپ کی موعودہ خلافت اور کامیاب قیادت کی ہی یہ عظیم الشان برکت ہے کہ غلبۂ اسلام کے خدائی وعدے نہایت ہتم بالشان طریق پر پورے ہو رہے ہیں۔ دنیا کے طول وعرض میں آپ ہی کے قائم کردہ تبلیغی مشنوں کے ذریعہ اسلام چاردانگِ عالم میں پھیل رہا ہے اور اس سرعت اور شان سے پھیل رہا ہے کہ اسلام کے مخالفین بھی ورطۂ حیرت میں پڑے ہوئے ہیں۔ وہ حیران ہیں کہ اسلام کے تنِ مُردہ میں کیسے جان پڑ گئی اور کیا چیز ہے جو اسے دیگر ادیان کے مقابلہ میں آگے ہی آگے لئے جا رہی ہے۔ یہ سب کچھ اُس خدائی فیصلے اور وعدے کے مطابق ظہور میں آ رہا ہے جس کے تحت اُس نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کے ذریعہ خلافتِ حقّہ کی از سرِ نو بنیاد ڈالی ہے اور قیامت تک اس کے جاری رہنے کی بشارت دی ہے۔

اس لحاظ سے ہمارا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ ماموریت پر ایمان لا کر جماعت احمدیہ میں شامل ہونا اور پھر خلافت کے آسمانی نظام کے ساتھ وابستہ رہ کر غلبۂ اسلام کی عظیم الشان جدوجہد میں حصہ لینا بہت بڑی خوش نصیبی اور خوش بختی پر دلالت کرتا ہے۔ لیکن اس ضمن میں ہمیں یہ امر بھی فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ آیت استخلاف کے تحت خلافت فی الارض کے انعام کا وعدہ ایک مشروط وعدہ ہے۔ اس انعام کا اہل بنے رہنے کے لئے بنیادی شرط یہ ہے کہ ہم ایمان بالخلافت پر دل و جان سے قائم رہتے ہوئے پورے تعہّد اور عزم و ہمّت کے ساتھ اس کے مناسبِ حال اعمال بجا لائیں۔ ایمان بالخلافت کا تقاضہ یہ ہے کہ ہم خلافت کی عظمت و اہمیت کو سمجھیں اور کبھی اور کسی حال میں بھی اس کی ناقدری کے مرتکب نہ ہوں۔ جہاں تک ایمان بالخلافت کے مناسبِ حال اعمال کا تعلق ہے اللہ تعالیٰ نے آیت استخلاف میں خود ان کی وضاحت فرما دی ہے۔ جیسا کہ فرمایا:-

وعد اللہ الّذین اٰمنوا منکم وعملوا الصّٰلحٰت لیستخلفنّھم فی الارض کما استخلف الّذین من قبلھم ولیمکّننّ لھم دینھم الّذی ارتضٰی لھم ولیبدّلنّھم من بعد خوفھم امنًا ط

اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ایمان لانے والوں اور مناسب حال عمل کرنے والوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کو زمین میں خلیفہ بنائیگا جس طرح اس سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا اور جو دین اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے وہ ان کے لئے اسے مضبوطی سے قائم کر دیگا اور ان کے خوف کی حالت کو ان کے لئے امن کی حالت میں تبدیل کر دے گا۔

یعبدوننی لا یشرکون بی شیئًا ومن کفر بعد ذٰلک فاولٰئک ھم الفاسقون ○ واقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ واطیعوا الرسول لعلکم ترحمون ○ (النور ع ۷)

وہ میری عبادت کرینگے اور کسی چیز کو میرا شریک نہیں بنائیں گے اور جو لوگ اس کے بعد بھی انکار کریں گے وہ نافرمانوں میں سے قرار دیئے جائیں گے۔ اور تم سب نمازوں کو قائم کرو اور زکوٰتیں دو اور اس رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

ان آیات سے ظاہر ہے کہ ہر قسم کے شرک سے مجتنب رہنا اور کامل توحید پر قائم ہوتے ہوئے خدا تعالیٰ کی عبادت بجالانا، خدا تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنا اور خدا کے رسولؐ اور نائبینِ رسولؐ کی اطاعت کو لازم پکڑنا اور اس طرح نصرتِ دین کے لئے ہر دم تیار رہنا وہ اعمالِ صالحہ ہیں جن کو پورے عزم و ہمت کے ساتھ بجالائے بغیر افرادِ امت وعدۂ استخلاف کے اہل قرار نہیں پا سکتے۔ بالفاظِ دیگر ہمارے لئے حقوق اللہ اور حقوق العباد کو کما حقہٗ ادا کرنا اور اشاعتِ اسلام کی خاطر قربانیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا ازبس ضروری ہے ورنہ ہم خلافت کی اُس نعمت کی قدر کرنے والے متصور نہیں ہو سکتے جس سے ہمیں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرما کر از سرِ نو سرفراز فرمایا ہے۔ خدا تعالیٰ کا یہ اٹل فیصلہ ہے کہ وہ اپنی اس نعمت کو قیامت تک جاری رکھے گا۔ لیکن وہی اس نعمت کے اصل قدر دان قرار پائیں گے جو ایمان بالخلافت پر قائم رہتے ہوئے مذکورہ بالا اعمال بجالائیں گے۔ پھر ان آیات سے یہ بھی ظاہر ہے کہ ایمان بالخلافت سے انحراف اختیار کرنے والوں اور اعمالِ صالحہ سے لاپرواہی برتنے والوں کے لئے بہت ہی سخت وعید ہے، اس قدر سخت کہ اس کے تصور سے ہی جسم پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے من کفر بعد ذٰلک فاولٰئک ھم الفاسقون۔ پس اگر ہم چاہتے ہیں کہ دین کو تمکنت حاصل ہو اور اگر کبھی دینی لحاظ سے خوف کی حالت رونما ہو تو وہ امن کی حالت میں تبدیل ہوتی چلی جائے اور اس کے نتیجے میں بالآخر اسلام ساری دنیا پر غالب آجائے تو اس کے لئے نظامِ خلافت کے ساتھ پوری طرح وابستہ رہنا اور اس کے مناسبِ حال اعمال بجالانے میں ہر آن کوشاں رہنا ازبس ضروری ہے اسی لئے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے جماعت سے اس بارے میں ایک عہد لیا ہے۔ ہمیں اس عہد کو بار بار دہراتے رہنا چاہیئے اور اس کے ایک ایک لفظ پر غور کر کے اس امر کی پوری کوشش کرنی چاہیئے کہ ہم عملاً اس عہد کو پورا کر دکھانے والے ثابت ہوں۔ وہ مقدس عہد یہ ہے:-

”اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ واشھد ان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ۔ ہم اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ ہم اسلام اور احمدیت کی اشاعت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام دنیا کے کناروں

تک پہنچانے کے لئے اپنی زندگیوں کے آخری لمحات تک کوشش کرتے چلے جائیں گے اور اس مقدس فرض کی تکمیل کے لئے ہمیشہ اپنی زندگیاں خدا اور اس کے رسول کے لئے وقف رکھیں گے اور ہر بڑی سے بڑی قربانی پیش کرکے قیامت تک اسلام کے جھنڈے کو دنیا کے ہر ملک میں اونچا رکھیں گے۔ ہم اس بات کا بھی اقرار کرتے ہیں کہ ہم نظام خلافت کی حفاظت اور اس کے استحکام کے لئے آخر دم تک جدوجہد کرتے رہیں گے اور اپنی اولاد در اولاد کو ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے اور اس کی برکات سے مستفیض ہونے کی تلقین کرتے رہیں گے تاکہ قیامت تک خلافت احمدیہ محفوظ چلی جائے اور قیامت تک سلسلہ احمدیہ کے ذریعے اسلام کی اشاعت ہوتی رہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا دنیا کے تمام جھنڈوں سے اونچا لہرانے لگے۔ اے خدا! تو ہمیں اس عہد کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرما۔ اللّٰھم آمین۔ اللّٰھم آمین۔ اللّٰھم آمین۔"

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اس عہد پر پورا اترنے کی توفیق بخشے تا ہماری نسلیں قیامت تک روحانی خلافت کی عظیم الشان نعمت کی اہل بنی رہیں اور ہمارا شمار ان لوگوں میں ہو جن کے حق میں ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضیٰ لھم کی بشارت ہے اور خدا کے نزدیک ہم ان لوگوں میں شمار نہ کئے جائیں جن کے لئے ومن کفر بعد ذٰلک فاولٰئک ھم الفاسقون کی خوفناک وعید آئی ہے۔ آمین یا ارحم الراحمین۔

روحانیت کب ملتی ہے؟

"روحانیت ہر ایک خُلق کو محل اور موقع پر استعمال کرنے کے بعد اور پھر خدا کی راہوں میں وفاداری کے ساتھ قدم مارنے سے اور اسی کا ہو جانے سے ملتی ہے۔ جو اس کا ہو جاتا ہے اس کی یہی نشانی ہے کہ وہ اس کے بغیر جی ہی نہیں سکتا۔" (اسلامی اصول کی فلاسفی)

(کلماتِ طیّبات حضرت مسیح موعود علیہ السّلام)

عید الاضحیٰ ایک عظیم الشان حقیقت اپنے اندر رکھتی ہے جس پر افسوس توجہ نہیں کی گئی

حضرت ابراہیمؑ کو جس قربانی کا حکم دیا گیا تھا اس میں مخفی طور پر یہی اشارہ تھا کہ انسان ہمہ تن خدا کا ہو جائے

انسان کو چاہیئے کہ خدائی احکام کے آگے نہ اپنی جان کی پرواہ کرے اور نہ اولاد اور دیگر اقرباء کی

۱۱ اپریل سنہ ۱۹۰۰ء کو عید الاضحیٰ کے موقع پر امام الزمان سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدائی حکم کے تحت بالقائے ربانی عربی زبان میں ایک معرکۃ الآراء خطبہ پڑھا۔ یہ خطبہ آیت اللہ میں سے ایک زبردست آیت اور بے نظیر نشان ہے اور خطبہ الہامیہ کے نام سے موسوم ہے۔ اس موقع پر عربی زبان میں خطبہ پڑھنے سے قبل حضور علیہ السلام نے اردو میں بھی عید الاضحیٰ کی حقیقت، اور اس کی غرض و غایت پر مسحور کن انداز میں روشنی ڈالی تھی۔ عید الاضحیٰ کی مناسبت سے حضورؑ کے اس پُر معارف ارشادات کا ایک قیمتی اقتباس ذیل میں شائع کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

فرمایا:-

"آج عید الضحیٰ کا دن ہے اور یہ عید ایک ایسے مہینے میں آتی ہے جس پر اسلامی مہینوں کا خاتمہ ہوتا ہے یعنی پھر محرم سے نیا سال شروع ہوتا ہے۔ یہ ایک سِرّ کی بات ہے کہ ایسے مہینہ میں عید کی گئی ہے جس پر اسلامی مہینہ کا یا زمانہ کا خاتمہ ہے اور یہ اس طرف اشارہ ہے کہ اس کو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آنے والے مسیح سے بہت مناسبت ہے۔ وہ مناسبت کیا ہے؟ ایسا یہ کہ ہمارے نبی کریم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم آخر زمانہ کے نبی تھے اور آپ کا وجود باجود اور وقت بعینہٖ گویا

عید الضحیٰ کا وقت تھا۔ چنانچہ یہ امر مسلمانوں کا بچہ بچہ بھی جانتا ہے کہ آپ نبی آخر الزمان تھے اور یہ مہینہ بھی آخر الشہور ہے اس لئے اِس مہینہ کو آپ کی زندگی اور زمانہ سے مناسبت ہے۔

دوسری مناسبت یہ کہ یہ مہینہ قربانی کا مہینہ کہلاتا ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی حقیقی قربانیوں کا کامل نمونہ دکھانے کے لئے تشریف لائے تھے۔ جیسے آپ لوگ بکری، اونٹ، گائے، دنبہ ذبح کرتے ہو ویسا ہی وہ زمانہ گزرا ہے جو آج سے تیرہ سو سال پیشتر خدا تعالےٰ کی راہ میں انسان ذبح ہوئے۔ حقیقی طور پر عید الضحیٰ وہی تھی اور اسی میں ضحیٰ کی روشنی تھی۔

یہ قربانیاں اس کا لُب نہیں پوست ہیں، روح نہیں جسم ہیں۔ اِس سہولت اور آرام کے زمانے میں ہنسی خوشی سے عید ہوتی ہے اور عید کی انتہا ہنسی خوشی اور قسم قسم کے تنعمات قرار دیئے گئے ہیں۔ عورتیں اس روز تمام زیورات پہنتی ہیں، عمدہ سے عمدہ کپڑے زیب تن کرتی ہیں، مرد عمدہ پوشاکیں پہنتے ہیں اور عمدہ سے عمدہ کھانے بہم پہنچاتے ہیں اور یہ ایسا مسرت اور راحت کا دن سمجھا جاتا ہے کہ بخیل سے بخیل انسان بھی آج گوشت کھاتا ہے خصوصاً کشمیریوں کے پیٹ تو بکروں کے مدفن ہو جاتے ہیں گو اَور لوگ بھی کمی نہیں کرتے۔ الغرض ہر قسم کے کھیل کود، لہو و لعب کا نام عید سمجھا گیا ہے۔ مگر افسوس کہ حقیقت کی طرف مطلق توجہ نہیں کی جاتی۔

درحقیقت اِس زمانہ میں بڑا سِرّ یہ تھا کہ حضرت ابراہیمؑ نے جس قربانی کا بیج بویا تھا اور مخفی طور پر بویا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کے لہلہاتے کھیت دکھائے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کے ذبح کرنے میں خدا تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں دریغ نہ کیا۔ اس میں مخفی طور پر یہی اشارہ تھا کہ انسان ہمہ تن خدا کا ہو جائے اور خدا کے حکم کے سامنے اس کی اپنی جان، اپنی اولاد، اپنے اقربا و اعزا کا خون بھی خفیف نظر آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو ہر ایک پاک ہدایت کا کامل نمونہ تھے کیسی قربانی ہوئی۔ خونوں سے جنگل بھر گئے گویا خون کی ندیاں بہہ نکلیں، باپوں نے اپنے بچوں کو، بیٹوں نے اپنے باپوں کو قتل کیا اور وہ خوش ہوتے تھے کہ اسلام اور خدا کی راہ میں قیمہ قیمہ اور ٹکڑے ٹکڑے کئے جاویں تو اُن کی راحت ہے۔ مگر آج غور کر کے دیکھو کہ بجز ہنسی اور خوشی اور لہو و لعب کے روحانیت کا کونسا حصہ باقی ہے۔ یہ عید الضحیٰ پہلی عید سے بڑھ کر ہے اور عام لوگ بھی اِس کو بڑی عید کہتے ہیں۔ مگر سوچ کر بتلاؤ کہ عید کی وجہ سے کس قدر ہیں جو اپنے تزکیۂ نفس اور تصفیۂ قلب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور روحانیت سے حصہ لیتے ہیں اور اُس روشنی اور نور کو لینے کی کوشش کرتے ہیں جو اِس ضحیٰ میں رکھا گیا ہے۔ عیدِ رمضان اصل میں ایک مجاہدہ ہے اور ذاتی مجاہدہ ہے اور اس کا نام بذل الروح ہے مگر یہ عید جس کو بڑی عید کہتے ہیں ایک عظیم الشان حقیقت اپنے اندر رکھتی ہے اور جس پر افسوس کہ توجہ نہیں کی گئی۔ خدا تعالےٰ نے جس کے رحم کا ظہور کئی طرح پر ہوتا ہے اُمتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک یہ بڑا بھاری رحم کیا ہے کہ اَور اُمتوں میں جس قدر باتیں پوست اور قشر کے رنگ میں تھیں ان کی حقیقت

اس اُمّتِ مرحومہ نے دکھلائی ہے۔ سورۃ الفاتحہ میں جو خدا تعالیٰ کی یہ چار صفات بیان ہوئی ہیں کہ ربّ العٰلمین، رحمٰن، رحیم، مٰلک یوم الدّین اگرچہ عام طور پر یہ صفات اس عالم پر تجلّی کرتی ہیں لیکن اُن کے اندر حقیقت میں پیشگوئیاں ہیں جن پر کہ لوگ بہت کم توجہ کرتے ہیں۔

صفاتِ الٰہیہ کے مظہر صرف آنحضرت صلعم تھے اور وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِن چاروں صفتوں کا نمونہ دکھایا کیونکہ کوئی حقیقت بغیر نمونہ کے سمجھ میں نہیں آسکتی۔ ربّ العالمین کی صفت نے کس طرح پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں نمونہ دکھایا۔ آپ نے عین ضعف میں پرورش پائی۔ کوئی موقع مدرسہ مکتب نہ تھا جہاں آپ اپنے روحانی اور دینی قویٰ کو نشو ونما دے سکتے، کبھی کسی تعلیمیافتہ قوم سے ملنے کا موقع ہی نہ ملا، نہ کسی موٹی سوٹی تعلیم کا ہی موقع پایا اور نہ فلسفہ کے باریک اور دقیق علوم کے حاصل کرنے کی فرصت ملی۔ پھر دیکھو کہ باوجود ایسے مواقع کے نہ ملنے کے قرآن شریف ایک ایسی نعمت آپ کو دی گئی تھی کہ علومِ عالیہ اور حقہ کے سامنے کسی اور علم کی ہستی ہی کچھ نہیں۔ جو انسان ذرا سی سمجھ اور فکر کے ساتھ قرآن کریم کو پڑھے گا اس کو معلوم ہوجائے گا کہ دنیا کے تمام فلسفے اور علوم اس کے سامنے ہیچ ہیں اور سب حکیم اور فلاسفر اس سے بہت پیچھے رہ گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پیشتر دو عظیم الشان نبی گزرے ہیں۔ ایک حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دوسرے حضرت عیسیٰ علیہ السلام مگر ان دونوں کو تعلیم حاصل کرنے کا موقع ملا۔ اُن میں سے کسی کی نسبت نبی اُمّی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا گیا۔ یہ تحدّی اور دعویٰ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ہوا۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے ماکنتَ تدری ما الکتابُ ولا الایمانُ ولٰکن جعلنٰہ نوراً نھدی بہٖ مَن نشاء مِن عبادنا۔ الآیۃ۔۔۔۔ مَیں نے سورۃ الفاتحہ (جس کو اُمّ الکتاب اور مثانی بھی کہتے ہیں اور جو قرآن شریف کی عکسی تصویر اور خلاصہ ہے) کے صفاتِ اربعہ پر دکھانا چاہا ہے کہ وہ چاروں نمونے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود ہیں۔ اور خدا تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود میں ان صفاتِ اربعہ کا نمونہ دکھایا۔ گویا وہ صفات دعویٰ تھیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود بطور دلیل ہے۔ چنانچہ ربوبیت کا آپ کے وجود میں کیسا ثبوت دیا کہ مکہ کے جنگلوں کا سرگردان اور دس برس تک حیران پھرنے والا جس کے لئے کوئی راہ کھلی نظر نہ آتی تھی اس کی تربیت کا کس کو خیال تھا کہ اسلام رُوئے زمین پر پھیل جائے گا اور اُس کے ماننے والے ۹۰ کروڑ تک پہنچیں گے۔ مگر آج دیکھو کہ دنیا کا کوئی آباد قطعہ ایسا نہیں جہاں مسلمان نہیں۔ پھر الرّحمٰن کی صفت کو دیکھو جس کا منشاء یہ ہے کہ عمل کے بدوں کامیابی اور ضرورتوں کے سامان بہم پہنچاسکے۔ کیسی رحمانیت تھی کہ آپ کے آنے سے پیشتر ہی استعداد پیدا کردیں۔ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو بچوں کی طرح کھیلتا تھا، ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کافروں کے گھر میں پیدا ہوا تھا اور ایسا ہی اور بہت سے صحابہؓ آپ کے ساتھ ہوگئے گویا اُن کو آپ کے لئے رحمانیتِ الٰہی نے پہلے ہی تیار کر رکھا تھا۔ اور اس قدر امور رحمانیت سے

اسلام کے ساتھ ہیں کہ ہم اُن کو مفصّل بیان بھی نہیں کر سکتے۔ اُمّیت رحمانیت کو چاہتی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت فرمایا ھو الّذی بعث فی الامّیّین رسولاً ۔ رحمانیت کا منشاء اِس ضرب المثل سے خوب ظاہر ہے:

"کُڑے کراوے اور اٹھانے والا ساتھ دے"

اور یہ ظہور اسلام کے ساتھ ہوا۔ اسلام گویا خدا کی گود میں بچہ ہے۔ اس کا سارا کام کاج سنوارنے والا اور اسکے سامان لوازم بہم پہنچانے والا خود خدا ہے کسی مخلوق کا بارِ احسان اس کی گردن پر نہیں۔ اسی طرح رحیم جو محنتوں کو ضائع نہ کرے، اس کے خلاف یہ ہے کہ محنت کرتا ہے اور ناکام رہتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رحیمیت کا اظہار دیکھو کیسے واضح طور پر ہوا۔ کوئی لڑائی ایسی نہیں جس میں فتح نہ پائی ہو، تھوڑا کام کر کے بہت اجر پایا ہے۔ بجلی کے کوندنے کی طرح فتوحات چمکیں۔ فتوحات الشام، فتوحات المصر ہی دیکھو صفحۂ تاریخ میں کوئی ایسا انسان نہیں جس نے صحیح معنوں میں کامیابیاں پائی ہوں جیسے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ملیں۔

پھر مالک یوم الدّین جزا سزا کا مالک۔ اچھے کام کرنے والوں کو جزا دی جاوے۔ اگرچہ کامل طور پر یہ آخرت کے لئے ہے اور سب قومیں جزا و سزا کو آخرت ہی پر ڈالتی ہیں مگر خدا نے اس کا نمونہ اسلام کے لئے اِس دنیا میں رکھا۔ ابوبکر جو دوپہر کی دھوپ میں گھر بار، مال و متاع چھوڑ کر اُٹھ کھڑا ہوا تھا اور جس نے ساری جائداد کو دیکھ کر کہدیا برباد شد، برباد شد، سب سے انقطاع کر کے ساتھ ہی ہو لیا تھا۔ اُس نے یہ مزہ پایا کہ آپ کے بعد سب سے پہلا خلیفہ بلافصل یہی ہوا۔ حضرت عمرؓ جو صدق اخلاص سے بھر گئے تھے انہوں نے یہ مزہ پایا کہ اُن کے بعد خلیفہ ثانی ہوئے۔ غرض اِس طرح پر ہر ایک صحابی نے پوری عزت پائی۔ قیصر و کسریٰ کے اموال اور شاہزادیاں اُن کے ہاتھ آئیں۔ لکھا ہے کہ ایک صحابی کسریٰ کے دربار میں گیا۔ ملازمانِ کسریٰ نے سونے چاندی کی کرسیاں بچھوا دیں اور اپنی شان و شوکت دکھائی۔ اُس نے کہا کہ ہم اِس مال کے ساتھ فریفتہ نہیں ہوئے ہم کو تو وعدہ دیا گیا ہے کہ کسریٰ کے کڑے بھی ہمارے ہاتھ آجائیں گے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ کڑے ایک صحابی کو پہنا دیئے تاکہ وہ پیشگوئی پوری ہو۔

مذہب اسلام چونکہ اعتدال پر واقع ہوا ہے اس لئے اللہ تعالےٰ نے تعلیم یہی دی ہے اور مغضوب اور ضالّین سے بچنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ ایک سچا مسلمان نہ مغضوب ہو سکتا ہے نہ ضالّین کے زمرہ میں شامل ہو سکتا ہے۔ مغضوب وہ قوم ہے جس پر خدا تعالیٰ کا غضب بھڑکا۔ چونکہ وہ خود غضب کرنے والے تھے اس لئے خدا کے غضب کو کھینچ لائے اور وہ یہودی ہیں اور ضالّ سے مراد عیسائی ہیں۔

غضب کی کیفیت قوتِ سبعی سے پیدا ہوتی ہے اور ضلالت وہمی قوت سے پیدا ہوتی ہے۔ اور وہمی قوت

حد سے زیادہ محبت سے پیدا ہوتی ہے۔ بے جا محبت والا انسان ہلاک ہو جاتا ہے۔ حبك الشئ يعمى ويصم اس کا مبدأ اور منشاء قوت وہمی ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ چادر کو بیل سمجھتا ہے اور رسی کو سانپ بناتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کسی شاعر نے اپنا معشوق ایسا قرار نہیں دیا جو دوسروں سے بڑھ کر نہ ہو۔ ہر ایک کے واہمہ نے نئی تصویر ایجاد کی۔

قوتِ بہیمی میں جوش ہو کر انسان جادۂ اعتدال سے نکل جاتا ہے۔ چنانچہ غضب کی حالت میں درندہ کا جوش بڑھ جاتا ہے۔ مثلاً کتا پہلے آہستہ آہستہ بھونکتا ہے پھر کوٹھا سر پر اٹھا لیتا ہے۔ آخر کار درندے طیش میں آ کر نوچتے اور پھاڑ کھاتے ہیں۔ یہود نے بھی اسی طرح ظلم و تعدی کی بُری عادتیں اختیار کیں اور غضب کو حد تک پہنچا دیا۔ آخر خود مغضوب ہو گئے۔ قوتِ وہمی کو جب استیلاء ہوتا ہے تو انسان رسی کو سانپ بناتا اور درخت کو ہاتھی بتلاتا ہے اور اس پر کوئی دلیل نہیں ہوتی۔ یہ قوت عورتوں میں زیادہ ہوتی ہے اسی واسطے عیسائی مذہب اور بُت پرستی کا بڑا سہارا عورتیں ہیں۔ غرض اسلام نے جادۂ اعتدال پر رہنے کی تعلیم دی جس کا نام الصراط المستقیم ہے۔ مَیں اب چند فقرے عربی میں سناؤں گا کیونکہ مجھے اللہ تعالیٰ نے مجمع میں کچھ عربی فقرے بولنے کا حکم دیا تھا۔ پہلے مَیں نے خیال کیا کہ شاید کوئی اور مجمع ہوگا جس میں یہ خدا کی بات پوری ہو۔ مگر خدا تعالیٰ مولوی عبدالکریم صاحب کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے تحریک کی اور اس تحریک سے زبردست قوت دل میں پیدا ہوئی اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ اور نشان آج پورا ہو۔

(الحکم جلد ۴ نمبر ۱۴ صفحہ ۲-۸ مورخہ ۱۰ اپریل ۱۹۰۰ء)

خدا کی مرضی کو چھوڑنے والوں کا انجام

مسیح پاک علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"جو لوگ خدا کی مرضی کو چھوڑ کر اپنے عزیزوں اور اپنے مالوں سے پیار کرتے ہیں وہ خدا کی نظر میں بدکار ہیں، وہ ضرور ہلاک ہوں گے، کیونکہ انہوں نے غیر کو خدا پر مقدم رکھا"

(اسلامی اصول کی فلاسفی)

عربی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السّلام

فِی مَدْحِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

نعماءِ الٰہی کا خزانہ

اَنْتَ الَّذِیْ جَمَعَ الْمَحَاسِنَ کُلَّہَا   اَنْتَ الَّذِیْ قَدْ جَاءَ لِلْاِحْیَاءِ

(اے ہمارے رسولؐ) آپ ہی کی ذات ہے جس میں تمام قسم کی خوبیاں جمع ہیں اور آپ ہی ہیں جو مُردوں میں زندگی کی رُوح پھونکنے آئے ہیں

اَنْتَ الَّذِیْ تَرَکَ الْھُدُوْنَ لِرَبِّہٖ   وَتَخَیَّرَ الْمَوْلٰی عَلَی الْحَوْبَاءِ

آپ ہی ہیں جنہوں نے اپنے رب کی رضا کی خاطر سکون اور راحت و آرام کو ترک کر دیا اور اپنے پروردگار کو اپنی جان پر مقدم کر لیا

یَا کَنْزَ نِعَمِ اللّٰہِ وَالْآلَاءِ   یَسْعٰی اِلَیْکَ الْخَلْقُ لِلْاِرْکَاءِ

اے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے خزانے آپ کی طرف مخلوق پناہ کے لئے دیوانہ وار دوڑتی چلی آتی ہے۔

یَا بَدْرَ نُوْرِ اللّٰہِ وَالْعِرْفَانِ   تَھْوِیْ اِلَیْکَ قُلُوْبُ اَھْلِ صَفَاءِ

اے اللہ تعالیٰ کے نور اور عرفان کے چاند اہلِ صفا کے دل آپ کی طرف بے اختیار جھکے چلے آتے ہیں۔

یَا شَمْسَنَا یَا مَبْدَءَ الْاَنْوَارِ   نَوَّرْتَ وَجْہَ الْمُدْنِ وَالْبَیْدَاءِ

اے ہمارے آفتاب اور اے مبدأ الانوار! آپ نے کیا شہر اور کیا جنگل سب کو ہی اپنے نور سے منور کر دیا ہے۔

اِنِّیْ اَرٰی فِیْ وَجْھِکَ الْمُتَھَلِّلِ   شَاْنًا یَفُوْقُ شُئُوْنَ وَجْہِ ذُکَاءِ

یقیناً میں آپ کے روئے تاباں میں ایسی شان دیکھتا ہوں جو چہرۂ آفتاب کی شانوں سے بہت بڑھ کر ہے۔

مَا جِئْتَنَا فِیْ غَیْرِ وَقْتِ ضَرُوْرَۃٍ   قَدْ جِئْتَ مِثْلَ الْمُزْنِ فِی الرَّمْضَاءِ

آپ بے وقت اور بے ضرورت تشریف نہیں لائے۔ آپ تو اس طرح آئے ہیں جس طرح انتہائی گرم موسم میں بروقت بارش ہوتی ہے

اِنِّیْ رَئَیْتُ الْوَجْہَ وَجْہَ مُحَمَّدٍ   وَجْہٌ کَبَدْرِ اللَّیْلَۃِ الْبَلْمَاءِ

یقیناً میں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک کو چودھویں رات کے چاند کے مانند خوبصورت دیکھا ہے۔

شَمْسُ الْھُدٰی طَلَعَتْ لَنَا مِنْ مَّکَّۃٍ   عَیْنُ النَّدٰی نَبَعَتْ لَنَا بِحِرَاءِ

ہمارے لئے ہدایت کا آفتاب مکہ (کی مقدس سرزمین) سے طلوع ہوا اور بخشش کا چشمہ حراء سے پھوٹ نکلا۔

(منن الرحمٰن)

فارسی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

اے بے خبر بخدمتِ فرقاں کمر بہ بند

(اے غافل انسان قرآن مجید کی خدمت کے لئے کمر ہمّت باندھ لے)

جانم کباب شد زغمِ ایں کتابِ پاک چنداں بسوختم کہ خود امیدِ جاں نماند

قرآن مجید کے غم میں میری جان کباب ہو گئی ہے اور مَیں اس قدر سوختہ ہو گیا ہوں کہ بچنے کی کوئی امید نہیں۔

صد بار رقص ہا کنم از خرّمی اگر بینم کہ حُسنِ دلکشِ فرقاں نہاں نماند

اگر مَیں یہ دیکھ لوں کہ قرآن کا دلکش حُسن پوشیدہ نہیں رہا تو مجھے بے انتہا خوشی ہوگی۔ حتیٰ کہ مَیں خوشی سے جھوم اٹھوں گا

اے خواجہ پنج روز بود لطفِ زندگی کس از پئے مدام دریں خاکداں نماند

اے صاحب! زندگی کا لطف پانچ دن کے لئے ہے۔ کوئی نہیں جو اس دنیا میں ہمیشہ ہمیش رہ سکے۔

امروز گر دل از پئے قرآں نسوزدت عذرے دگر ترا بجنابِ یگاں نماند

اگر آج کے دن تیرے دل میں قرآن کے لئے درد نہیں پیدا ہوتا تو یاد رکھ خدائے واحد کی درگاہ میں تیرا کوئی عذر پیش نہیں جائیگا

بگذار وردِ مثنوی و شغلِ غزل و شعر ایں خود چہ چیز ہست اگر قدرِ آں نماند

مثنوی وظیفہ اور شعر و غزل کے مشغلہ کو چھوڑ دے کیونکہ اگر قرآن ہی کی قدر نہ رہی تو پھر یہ چیزیں کیا حقیقت رکھتی ہیں۔

خلق از برائے شوکتِ دنیا چہا کنند دردا کہ مہرِ کعبہ چو مہرِ بُتاں نماند

لوگ دنیا کی شان و شوکت کے لئے کیا کچھ نہیں کرتے مگر افسوس کہ کعبہ کی محبت بُتوں کی محبت کے برابر بھی تو نہیں رہی

اے بے خبر بخدمتِ فرقاں کمر بہ بند زاں پیشتر کہ بانگ بر آید فلاں نماند

اے غافل انسان قرآن مجید کی خدمت کے لئے کمرِ ہمت باندھ لے پیشتر اس کے کہ یہ ندا بلند ہو کہ فلاں شخص اس جہان سے گزر گیا۔

(منتخب از انتخاب اشعار "درّ ثمین فارسی")

خدا کی راہ میں محض قربانی پیش کر کے انسان سرخرو نہیں ہو سکتا

اصل چیز یہ ہے کہ وہ قربانی خدا کے نزدیک مقبول ٹھہرے

حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے بزرگ اصحاب نے حضورؑ کی قوتِ قدسی سے فیضیاب ہو کر غلبۂ اسلام کے خاطر جس پاک جذبے کے تحت والہانہ انداز میں قربانیاں پیش کیں وہ آنے والی نسلوں کے لئے مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ ہم جو اصحابِ مسیح موعودؑ کے روحانی ورثہ کے حامل ہیں قربانیوں کے اسی والہانہ انداز اور اسی روح اور جذبے کو اپنائے بغیر دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کے عہد پر پورے نہیں اتر سکتے اور اپنے بزرگ اسلاف کے حقیقی جانشین نہیں کہلا سکتے۔

وہ کونسا جذبہ تھا جو انہیں خدا کی راہ میں قربانیاں کرنے پر اُبھارتا اور اس میں دوام اختیار کرنے پر آمادہ کرتا تھا؟ —— وہ جذبہ یہی تھا کہ وہ دین کی راہ میں جو قدم بھی اٹھاتے تھے لوجہ اللہ اٹھاتے تھے۔ بجز للّٰہیت کے اور کوئی غرض یا ذاتی مفاد ان کے مدّنظر نہ ہوتا تھا۔ اس پر مستزاد یہ کہ قربانی پیش کرنے کے بعد وہ مطمئن نہیں ہو جاتے تھے کہ انہوں نے دین کی خاطر قربانی کا مطالبہ پورا کر دیا بلکہ انہیں ہر دم اور ہر آن یہ فکر لاحق رہتا تھا کہ جہاں وہ دین کی خاطر قربانیوں میں ترقی کرتے رہیں وہاں ساتھ ہی ان کی یہ قربانیاں خدا کے نزدیک مقبول ٹھہریں۔ محض قربانیاں پیش کر دینے کو وہ کافی نہیں سمجھتے تھے بلکہ قربانی پیش کر دینے کے بعد انکی کوشش یہ ہوتی تھی کہ خدا اُن کی اِس قربانی کو قبول فرما کر اپنی رضا اور خوشنودی کے حصول کو اُن پر آسان کر دے۔ یہ کوشش انہیں مزید قربانیوں پر اُبھارتی اور وہ پوری بشاشت اور انشراح کے ساتھ ایک قربانی کے بعد دوسری قربانی پیش کرتے چلے جاتے اور دین کی خاطر قربانیوں کا یہ تسلسل ان کے لئے اس قدر وجد آفرین ہوتا کہ کوئی دُکھ اور مصیبت، کوئی پریشانی اور کلفت ان کے پائے استقلال میں ذرہ بھر بھی لغزش نہ آنے دیتی۔ یہ کلفت ہی ان کے لئے عین راحت ہوتی اور یہ تکلیف ہی انہیں سراسر باعثِ مسرت نظر آتی۔

جیسا کہ گزشتہ اشاعتوں میں لکھا جا چکا ہے خدا کی راہ میں قربانیاں پیش کرنے کے اِس ولولہ اور پھر قربانیوں کے عنداللہ مقبول ٹھہرنے کی اِس تڑپ کا اندازہ اُن عرضداشتوں سے بھی ہوتا ہے جو صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ستمبر ۱۹۰۷ء میں وقفِ زندگی کی پہلی تحریک پر لبیک کہتے ہوئے حضور علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں تحریر کیں۔

اس ضمن میں قبل ازیں حضور علیہ السلام کے چار جلیل القدر اصحاب کے عریضے شائع کئے جا چکے ہیں۔ اب ذیل میں حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال ایم۔ اے رضی اللہ عنہ کا عریضہ اور اس پر حضور علیہ السلام کے رقم فرمودہ نوٹ کا عکس ہم پہلی بار ہدیۂ ناظرین کرنے کا فخر حاصل کر رہے ہیں جو ہمیں مکرم شیخ محمد اسماعیل صاحب پانی پتی نے بغرض اشاعت عنایت فرمایا ہے :-

حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال رضؓ کا مکتوب

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؎ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ؎

ہادی و مولانا ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ"

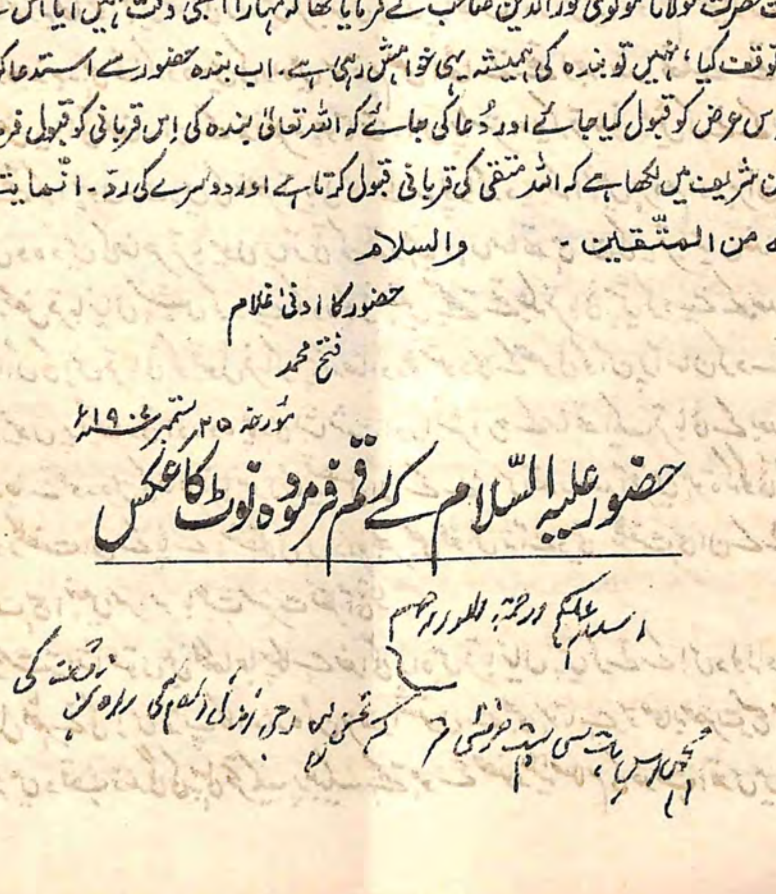
حضور ! بندہ کا مدت سے ارادہ تھا کہ اپنی زندگی اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف کر دوں اس کا میں نے اپنے والد صاحب سے کئی دفعہ ذکر بھی کیا اور انہوں نے ایسا کرنے کی بندہ کو اجازت دی ہوئی ہے۔ پہلے بھی اس قسم کی ایک عرضی میں نے حضور کی خدمتِ مبارک میں لکھی تھی مگر اس وقت حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب نے فرمایا تھا کہ تمہارا ابھی وقت نہیں آیا اس لئے بندہ نے توقف کیا، نہیں تو بندہ کی ہمیشہ یہی خواہش رہی ہے۔ اب بندہ حضور سے استدعا کرتا ہے کہ اس عرض کو قبول کیا جائے اور دُعا کی جائے کہ اللہ تعالیٰ بندہ کی اس قربانی کو قبول فرمائے کیونکہ قرآن شریف میں لکھا ہے کہ اللہ متقی کی قربانی قبول کرتا ہے اور دوسرے کی رد۔ انما یتقبل اللہ من المتقین۔ والسلام

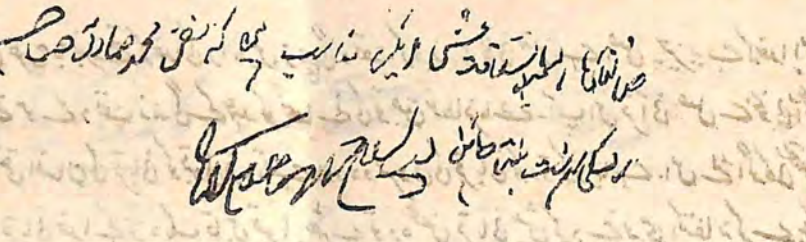
حضور کا ادنیٰ غلام

فتح محمد

مورخہ ۲۵ ستمبر ۱۹۰۰ء

حضور علیہ السلام کے رقم فرمودہ نوٹ کا عکس





حضورؑ کے نوٹ کی عبارت

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

"مجھے اِس بات سے بہت خوشی ہے کہ تم نے بھی اپنی زندگی اسلام کی راہ میں وقف کی۔ خداتعالےٰ اس میں استقامت بخشے آمین۔ مناسب ہے کہ مفتی محمد صادق صاحب اس کی فہرست بناتے جائیں۔ والسّلام

مرزا غلام احمد

حضرت چوہدری صاحب مرحومؓ کے عریضہ سے ظاہر ہے کہ آپ حضور علیہ السلام کے باقاعدہ تحریک فرمانے سے قبل ہی نیت اور ارادہ کی رُو سے اپنے آپ کو دین کی راہ میں وقف کر چکے تھے اور ہر آن اِس بات کے منتظر تھے کہ حضور تحریک فرمائیں تو آپ فوراً اس پر لبیک کہیں۔ اُس زمانہ میں جبکہ اعلیٰ تعلیم یافتہ بہت خال خال تھے آپ کو ڈگری حاصل کرنے کے بعد ایک لمحہ کے لئے بھی دنیا کمانے کا خیال نہیں آیا۔ آپ چاہتے تو اُس زمانہ کے دوسرے تعلیم یافتہ نوجوانوں کی طرح سرکاری ملازمت اختیار کر کے کسی نہ کسی اعلیٰ عہدہ پر فائز ہو سکتے تھے لیکن آپ نے دنیوی عزّت و وجاہت پر دین کی راہ میں غربت اور مسکینی کی زندگی کو ترجیح دی اور جونہی حضورؑ نے زندگیاں وقف کرنے کی تحریک فرمائی آپ نے بلا توقف اپنی زندگی اسلام کی راہ میں پیش کر دی۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تیار کردہ فہرست کے مطابق اِس تاریخی موقع پہ لبیک کہنے والوں میں بلحاظ ترتیب آپ کا نمبر دوسرا ہے اور یہ اِس بات کا ثبوت ہے کہ تحریک کانوں میں پڑتے ہی آپ نے فیصلہ کرنے میں قطعاً دیر نہیں لگائی بلکہ فوراً ہی لبیک پکار اُٹھے۔ پھر حضور علیہ السلام نے آپ کے عریضہ پر جو نوٹ رقم فرمایا اُس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام اپنے اصحاب میں سے جن خوش نصیب اصحاب کو خدمتِ دین کے لائق سمجھتے تھے اور جن کے متعلق حضورؑ یہ چاہتے تھے کہ وہ نصرتِ دین کے لئے آگے آئیں اور نحن انصار اللہ کا نعرہ بلند کر کے دینِ اسلام کو سربلند کرنے کی آسمانی جدوجہد میں حصّہ لیں اور پھر زندگی بھر اِس جدوجہد کو جاری رکھیں، حضرت چوہدری صاحب مرحومؓ کو اُن خوش نصیب اصحاب میں شمولیت کا فخر حاصل تھا۔ تبھی تو حضور علیہ السلام نے آپ کی عرضداشت پر رقم فرمایا:- "مجھے اِس بات سے بہت خوشی ہے کہ تم نے بھی اپنی زندگی اسلام کی راہ میں وقف کی۔"

مزید برآں حضرت چوہدری صاحب مرحوم کے عریضہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ اُس جوانی کے زمانہ میں بھی اِس

حقیقت سے پُوری طرح باخبر تھے کہ خدا کی راہ میں زندگی وقف کر دینا ہی کافی نہیں ہے اصل چیز یہ ہے کہ خدا اس قربانی کو قبول فرماتے ہوئے وقفِ زندگی کے عہد کو نبھانے کی توفیق عطا فرمادے۔ آپ اس قرآنی اصل سے بخوبی آگاہ تھے کہ اللہ تعالیٰ متقی انسان کی قربانی کو قبول فرماتا ہے اور دوسروں کی قربانی کو رد کر دیتا ہے۔ اس لئے اگر کوئی شخص چاہتا ہے کہ اس کی قربانی خدا کے نزدیک قابلِ قبول ٹھہرے تو وہ محض قربانی پیش کر دینے پر ہی اکتفا نہ کرے بلکہ تقویٰ کی راہ پر گامزن ہو کر اسے نبھانے اور اپنے عمل کو اس کے مطابق بنانے کی کوشش کرے۔ اسی لئے آپؓ نے حضور علیہ السلام سے دعا کی عاجزانہ درخواست کی کہ اللہ تعالیٰ آپ کی قربانی کو قبول فرمائے اور آپ کو تقویٰ کی راہ پر گامزن رہنے کی توفیق سے نوازے۔ چنانچہ اس کے جواب میں حضورؑ نے آپ کو استقامت عطا ہونے کی دعا دی جو بفضلہ تعالیٰ قبول ہو کر آپؓ کی صداقت کا ایک نشان بنی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت چوہدری صاحب مرحوم کو دراز عمر عطا فرمائی اور تمام عمر خدمتِ اسلام میں بسر کرنے کی توفیق سے نوازا۔ آپ نے وہ وہ کارہائے نمایاں سرانجام دیئے جن کی یاد سلسلۂ احمدیہ کی تاریخ میں رہتی دنیا تک قائم رہے گی۔ آپ کو یہ قابلِ فخر اعزاز حاصل ہے کہ آپ کو جماعت احمدیہ کی طرف سے سرزمینِ مغرب میں پہلا تبلیغی مشن قائم کرنے کی توفیق ملی اور اس طرح اہلِ انگلستان تک اسلام کا پیغام پہنچانے کی خصوصی سعادت آپ کے حصہ میں آئی۔ پھر آپ نے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی رہنمائی اور ہدایت کے تحت تحریک شدھی کا جس بے جگری کے ساتھ مقابلہ کیا اور ملکانہ میں اسلام کے ایک کامیاب اور فتح نصیب مجاہد کی حیثیت سے جو کارہائے نمایاں سرانجام دیئے اُن کے اپنے اور پرائے سب معترف ہیں۔ آپ صدر انجمن احمدیہ میں مختلف عہدوں پر فائز رہ کر قابلِ قدر خدمات بجا لاتے رہے اور آخر میں پیرانہ سالی کے باوجود مقامی تبلیغ کے انچارج ناظر کی حیثیت سے آپ نے قادیان اور ربوہ میں جو عظیم الشان کام سرانجام دیا وہ ایک زندہ جاوید کارنامے کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ کی انتھک مساعی کے نتیجے میں بے شمار نئی جماعتیں قائم ہوئیں اور ہزاروں انسانوں کو قبولِ حق کی سعادت میسر آئی۔ آپ نے اپنے عمل سے ثابت کر دکھایا کہ زندگی نام ہے خدمتِ اسلام کا ایک ایسی مسلسل اور پیہم خدمت کا جس کا سلسلہ آخری سانس تک ٹوٹنے نہ پائے۔ بلاشبہ آپ کی زندگی منھم من قضیٰ نحبہ کی مصداق ہوتے ہوئے حیاتِ جاوداں کا درجہ رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نئی نسلوں کو بھی صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اپنی زندگیاں خدمتِ اسلام اور خدمتِ سلسلہ میں گزارنے اور اس طرح حیاتِ جاوداں حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے

آمین ؁

دُعا — سب سے زیادہ کارگر ہتھیار

قبولیتِ دُعا کے چند نمونے

(رقم فرمودہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ)

دعا ہی وہ ہتھیار ہے جس کے متعلق خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ (نمل آیت ۶۲) وہ کونسی ہستی ہے جو بندہ کی دُعائے مضطر سُن کر بیتاب ہو جاتی اور دَوڑ کر اس کے پاس آجاتی ہے۔ فرمایا وہ مَیں ہوں۔ پس یہ عمل سب اعمال سے زیادہ طاقتور ہے۔ بیشک نماز بھی ایک ضروری چیز ہے، روزہ بھی ایک ضروری چیز ہے، زکوٰۃ بھی ایک ضروری چیز ہے، حج بھی ایک ضروری چیز ہے، جہاد بھی ایک ضروری چیز ہے مگر دعا وہ عمل ہے جس کے متعلق خدا تعالیٰ نے کہا ہے کہ اگر کوئی مجھے سچے دل سے پکارے تو مَیں ضرور اس کے پاس پہنچ جاتا ہوں۔ چنانچہ وہ فرماتا ہے وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ۔ یعنی جب کبھی میرے بندے انسانی خداؤں سے ناامید ہو کر پوچھیں کہ ہمارا آسمانی خدا کہاں ہے ہم پر تو فرعون نے اور نمرود نے اور شداد نے اتنا تصرف کر لیا ہے کہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم کہاں جائیں اور کس طرح ان کے مصائب اور آفات سے رہائی حاصل کریں تو تو انہیں کہہ دے کہ تمہیں میرے پاس آنے کی ضرورت نہیں۔ اِنِّیْ قَرِیْبٌ مَیں خود تمہارے قریب آیا ہوا ہوں۔ اگر تمہارا باپ تمہارے کام آسکتا یا تمہارا چچا تمہاری مدد کر سکتا یا تمہارا اَور کوئی رشتہ دار تمہارے قریب ہوتا تو تمہیں دَوڑ کر اس کے پاس جانا پڑتا مگر اب تمہیں کہیں جانے کی ضرورت نہیں مَیں خود تمہارے قریب آیا ہوا ہوں پس تمہاری فریادرسی جانے میں کوئی وقت نہیں لگ سکتا۔ دنیا میں تو تمہیں مدد حاصل کرنے کیلئے دوستوں اور رشتہ داروں کے پاس جانا پڑتا ہے مگر مَیں تو آپ دَوڑ کر تمہارے قریب آچکا ہوں پھر تمہیں کیا مشکل پیش آسکتی ہے۔

یہ پیغام جو اسلام نے دنیا کے ہر فرد کو دیا ہے اتنا اہم اور اس قدر عظیم الشان انقلاب پیدا کرنیوالا ہے کہ اسکی موجودگی میں دنیا کا کوئی دُکھ انسان کو پریشان نہیں کر سکتا۔ دشمن خواہ آسمان سے بھی اونچے چلے جائیں اگر کوئی شخص سچے دل سے اپنے رب کو پکارے تو اللہ تعالیٰ آسمان سے اپنا ہاتھ بڑھا کر انکی گردنیں مروڑ سکتا ہے۔ بیشک وہ چھان چھان کر پانی پئیں، بیشک وہ رات اور دن پرہیز کرتے رہیں اگر خدا تعالیٰ اُن کی ہلاکت کا فیصلہ فرما دے تو وہ ہیضہ یا طاعون یا انفلوانزا کے کیڑوں کو بھی حکم دے سکتا ہے کہ تم اتنی تعداد میں فلاں شخص کے اندر داخل ہو جاؤ کہ دنیا کی کوئی دوائی اس پر اثر نہ کر سکے اور وہ تڑپ تڑپ کر ہلاک ہو جائے اور میرا مومن بندہ خوش ہو جائے کہ مَیں نے اسکی مدد کی ہے۔ ایک بزرگ کا واقعہ لکھا ہے کہ انکے

محلہ میں شاہی دربار کے بعض آدمی رات کو گانے بجانے کا شغل رکھتے تھے۔ انہوں نے کئی دفعہ سمجھایا کہ لوگوں کی نیندیں اور نمازیں خراب ہوتی ہیں تم اس شغل کو ترک کر دو مگر وہ نہ مانے۔ جب انہوں نے بار بار کہا تو اس خیال کے ماتحت کہ کہیں یہ محلہ والوں سے مل کر ہمیں روکنے کا تہیہ نہ کر لیں انہوں نے شاہی پہرہ داروں کا انتظام کر لیا۔ جب اس بزرگ کو اطلاع ملی تو انہوں نے کہا اچھا۔ انہوں نے اپنی حفاظت کے لئے فوج بلالی ہے تو ہم بھی رات کے تیروں سے ان کا مقابلہ کریں گے۔ معلوم ہوتا ہے ان لوگوں کے دلوں میں ابھی کچھ نیکی باقی تھی جونہی ان لوگوں کے کان میں یہ آواز پڑی کہ ہم رات کے تیروں سے مقابلہ کریں گے وہ دوڑتے ہوئے اس بزرگ کے پاس آئے اور کہنے لگے ان تیروں کے مقابلہ کی ہم میں طاقت نہیں ہم اپنے شغل سے باز آئے۔ پس دعا ایک ایسا ہتھیار ہے کہ اگر کوئی شخص کامل یقین اور پختہ ایمان کے ساتھ اس سے کام لے تو بظاہر ناممکن نظر آنیوالی باتیں بھی اس کیلئے ممکن ہو جاتی ہیں۔

مجھے یاد ہے ایک دفعہ میں دریا پر گیا۔ بھائی عبدالرحیم صاحب جو بچپن میں میرے استاد رہے ہیں اور کچھ اور دوست میرے ساتھ کشتی پر سوار تھے جب ہم کشتی میں بیٹھے ہوئے دریا کی سیر کر رہے تھے تو میرے لڑکے ناصر احمد نے اپنے بچپن کے لحاظ سے کہا کہ ابا جان! اگر اسوقت ہمارے پاس مچھلی بھی ہوتی تو بڑا مزہ آتا۔ میں نے کہا لوگ کہتے ہیں کہ پانیوں میں خواجہ خضر کی حکومت ہے اگر خواجہ خضر کوئی مچھلی ہماری طرف پھینک دے تو تمہاری یہ خواہش پوری ہو سکتی ہے۔ جب میں نے یہ فقرہ کہا تو بھائی عبدالرحیم صاحب جھنجھلا کر کہنے لگے کہ آپ کیسی باتیں کرتے ہیں اس بچے کی عقل ماری جائیگی۔ میں نے کہا ہمارے خدا میں تو سب طاقتیں ہیں وہ چاہے تو ابھی مچھلی بھجوا دے۔ میں نے یہ فقرہ ابھی ختم نہیں کیا تھا کہ یکدم پانی کی ایک لہر اٹھی اور ایک بڑی سی مچھلی کود کر ہماری کشتی میں آگری۔ میں نے کہا دیکھ لیجئے خدا تعالیٰ نے اپنی قدرت نمائی کر دی اور ہمارے دل میں جو خواہش پیدا ہوئی تھی وہ اس نے پوری کر دی۔ خواجہ خضر بیشک وفات پا چکے ہوں مگر ہمارا خدا جو ہمارا خالق اور مالک ہے اور سمیع الدعا ہے وہ تو زندہ ہے اور وہ ہمارے جذبات کو جانتا ہے اس نے اس خواہش کو دیکھا اور میری بات کو پورا کر دیا۔

اسی طرح ایک دفعہ بڑی تپش کے بعد بارش آئی جس کمرہ میں میں رہتا تھا اس کی کھڑکی میں نے کھولی اور بارش کا نظارہ دیکھنے لگا۔ چونکہ بڑی دیر کے بعد بارش آئی تھی اس لئے مجھے اس بارش کا بڑا مزہ آیا مگر اس روز مجھے پیچش کی شکایت تھی میں ابھی بارش کا نظارہ دیکھ ہی رہا تھا کہ مجھے اجابت محسوس ہوئی۔ جب میں جانے لگا تو بے ساختہ میرے منہ سے نکلا کہ خدایا تو ایسا فضل فرما کہ خواہ درمیانی عرصہ میں یہ بارش بند ہو جائے جب میں واپس آؤں تو پھر بارش شروع ہو جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا جونہی میں گیا بارش بند ہو گئی اور جب میں کمرہ میں واپس آیا تو میں نے دوبارہ کھڑکی کھولی تو یکدم بارش شروع ہو گئی جو آدھا گھنٹہ یا پونا گھنٹہ تک جاری رہی۔ اب دیکھو بارش میرے اختیار میں نہیں تھی مگر خدا تعالیٰ نے ایسا فضل کیا کہ ادھر میں کمرہ میں پہنچا اور ادھر بارش شروع ہو گئی۔

اسی طرح حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں ایک جماعت نے بڑے اصرار سے مجھے اپنے پاس بلایا۔ جب میں ایسی

آ رہا تھا تو چلتے چلتے کسی آئندہ خرچ کے خیال سے میں نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا تو ایک روپیہ کم تھا۔ اس وقت میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اللہ میاں ایک روپیہ بھیجیں۔ ابھی میرے دل سے یہ دعا نکل ہی رہی تھی کہ قریب کے گاؤں سے ایک آدمی ہماری طرف آتا دکھائی دیا۔ جماعت کے دوست جلدی سے حفاظت کیلئے میرے گرد جمع ہو گئے۔ میں نے کہا کیا ہوا کہنے لگے یہ ہمارے سلسلہ کا شدید دشمن ہے اور احمدیوں پر اکثر حملے کرتا رہتا ہے ہم آپ کے گرد اسلئے کھڑے ہو گئے ہیں کہ وہ آپکو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے۔ جب ہم اس گاؤں کے قریب پہنچے تو وہ دوڑتا ہوا آیا اور میرے ساتھیوں کو دھکا دیکر آگے بڑھا اور پھر اس نے ادب کے ساتھ میری طرف ہاتھ بڑھایا اور ایک روپیہ میرے ہاتھ پر رکھ کر چلا گیا۔ میں نے کہا آپ لوگ تو کہتے تھے کہ یہ مارنے آیا ہے اور اس نے تو ایک روپیہ نذرانہ کے طور پر دیدیا ہے۔ پھر میں نے انہیں بتایا کہ ابھی میرے دل میں خیال آیا تھا کہ خدا مجھے ایک روپیہ بھیجے سو خدا نے اس شخص کو بھجوایا اور اس نے مجھے ایک روپیہ نذرانہ کے طور پر دیدیا۔ غرض انسان کو اگر خدا تعالیٰ پر کامل یقین ہو تو وہ اسکے لئے بڑے بڑے نشانات ظاہر کر دیتا ہے۔

حدیثوں میں آتا ہے کہ سابق اُمتوں میں سے ایک اُمت کے تین آدمی ایک دفعہ ایک طوفان میں پھنس گئے اور وہ اُس طوفان سے پناہ لینے کے لئے ایک پہاڑ کی غار میں چھپ گئے۔ اتفاقاً زور کی جو آندھی آئی تو پتھر کی ایک بڑی بھاری سِل لڑھک کر اس غار کے منہ کے آگے آ گئی اور نکلنے کا راستہ بند ہو گیا وہ ایک چھوٹی مصیبت سے بچنے کے لئے پہاڑ کی غار میں گئے تھے مگر اس سے بڑی مصیبت میں پھنس گئے۔ اُس جنگل میں جب کہ وہ ایک پہاڑ کی غار میں محبوس تھے کوئی آدمی ایسا نہ تھا جو انہیں اس مصیبت سے نجات دلاتا۔ وہ سخت گھبرائے اور جب انہیں اپنی نجات کی کوئی صورت دکھائی نہ دی تو ایک شخص کو دعا کی تحریک ہوئی اور اُس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ آؤ ہم نے اپنی عمر میں جو سب سے زیادہ نیکی کا کام کیا ہے اس کا واسطہ دیکر خدا تعالیٰ سے کہیں کہ وہ اس پتھر کو ہٹا دے۔ تب اُن میں سے ایک نے کہا کہ اے خدا تجھے معلوم ہے کہ ایک مزدور میرے پاس آیا اُس نے میری مزدوری کی۔ اور پھر پیشتر اس کے کہ وہ مجھ سے اُجرت لیتا چلا گیا میں نے اُس کی اُجرت کے پیسوں سے تجارت شروع کی اور اس میں سے نفع اٹھاتے ہوئے ایک بکری خریدی اُس بکری سے اور بکریاں پیدا ہوئیں یہاں تک کہ سینکڑوں بکریوں اور بھیڑوں کا گلہ میرے پاس ہو گیا۔ وہ کئی سال کے بعد میرے پاس آیا اور کہنے لگا میری اٹھنی دینی ہے وہ مجھے دی جائے۔ میں اُسے اپنے ساتھ لے گیا اور سینکڑوں بکریوں اور بھیڑوں کا گلہ اُسے دکھا کر کہا یہ تیری امانت ہے۔ وہ کہنے لگا مجھ سے کیوں مذاق کرتے ہو میری صرف اٹھنی رہتی تھی وہ مجھے دیدو۔ میں نے اُس سے کہا اُس اٹھنی سے ہی میں نے تجارت شروع کی تھی اور اب اس قدر بھیڑیں اور بکریاں ہو گئی ہیں۔ وہ کہنے لگا پھر تو یہ میری نہ ہوئیں تمہاری ہوئیں۔ میں نے اُس سے کہا نہیں میں نے اپنے لئے نہیں بلکہ تمہارے لئے تجارت کی تھی۔ تب وہ نہایت ہی حیران ہوا مگر میرے مجبور کرنے پر وہ بھیڑوں اور بکریوں کے گلوں کو ہانک کر اپنے گھر لے گیا۔ اے خدا اگر میں نے یہ کام تیری رضا اور خوشنودی کیلئے کیا تھا تو تُو مجھ پر رحم فرما اور یہ پتھر راستہ سے ہٹا دے۔ اِس دُعا کے نتیجہ میں زور سے آندھی کا ایک طوفان اٹھا اور وہ پتھر

ذرا سا لڑھک گیا مگر ابھی ان کے نکلنے کا راستہ نہ بنا تب دوسرے نے کہا اے خدا تُو جانتا ہے کہ مجھے ایک لڑکی سے جو میری رشتہ دار تھی بڑی محبت تھی مگر وہ کسی طرح میرے قابو نہیں آتی تھی۔ ایک دفعہ ملک میں شدید قحط پڑا اور وہ اور اس کے رشتہ دار بھوک کے مرنے لگے۔ آخر مجبور ہو کر وہ لڑکی میرے پاس مدد کیلئے آئی۔ میں نے اُسے کہا کہ میں تمہاری مدد کیلئے تیار ہوں مگر پہلے تم میرے ساتھ ہمبستری کرو۔ وہ مجبوراً اِس کام کے لئے رضا مند ہو گئی۔ جب میں اس کے قریب گیا تو اس لڑکی نے کہا میں تمہیں خدا کا واسطہ دیکر کہتی ہوں کہ تُو مجھے گناہ میں مبتلا مت کر۔ یہ سُنتے ہی میں الگ ہو گیا اور میں نے کہا اب تو نے ایک بڑی ذات کا مجھے واسطہ دیا ہے میں اُسی کی رضا کے لئے اِس کام کو ترک کرتا ہوں۔ چنانچہ وہ لڑکی اُٹھی اور اپنے گھر چلی گئی اور میں نے ایک لاکھ روپیہ بھی اُسے دیدیا۔ اے خدا اگر میں نے یہ کام محض تیری رضا اور خوشنودی کیلئے کیا تھا تو تو اِس پتھر کو ہمارے راستہ سے ہٹا دے۔ تب پھر زور سے ایک طوفان اٹھا اور پتھر پھر تھوڑا سا سرک گیا مگر راستہ پھر بھی نہ بنا کیونکہ چٹان بہت بڑی تھی اور ابھی وہ اتنا نہیں لڑھکی تھی کہ اُن کے نکلنے کا راستہ بن جاتا۔ تب تیسرا شخص خدا تعالیٰ کے حضور جُھکا اور اُس نے کہا اے خدا تجھے معلوم ہے کہ میں بکریاں چَرایا کرتا ہوں اور دُودھ پر میرا گزارہ ہے۔ ایک دن مجھے بکریاں چَراتے چَراتے دیر ہو گئی اور میں جلدی گھر نہ پہنچ سکا۔ میرے ماں باپ بہت بوڑھے تھے اور بچے چھوٹے چھوٹے۔ جب میں گھر پہنچا تو میرے ماں باپ سو چکے تھے اور بیوی بچے جاگ رہے تھے اور بھوک کی وجہ سے میرا انتظار کر رہے تھے۔ جب میں پہنچا تو انہوں نے کہا لاؤ ہمیں دودھ پلاؤ تاکہ ہم دودھ پی کر سو جائیں مگر میں نے کہا جب تک میرے ماں باپ دودھ نہ پی لیں کسی کو دودھ نہیں دے سکتا۔ چنانچہ میں نے دودھ کا پیالہ بھرا اور اپنے والدین کی پائنتی کے پاس کھڑا ہو گیا اور میری بیوی زاری کرتی رہی اور میرے بچے چیختے رہے مگر میں نے اُن کی چیخ و پکار کی کوئی پرواہ نہ کی اور دودھ کا پیالہ اپنے ہاتھ میں لئے برابر کھڑا رہا یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ اُس وقت میرے والدین اُٹھے تو میں نے انہیں دودھ پلایا اور پھر اپنے بیوی اور بچوں کو دودھ پلایا۔ اے خدا اگر میرا یہ کام محض تیری رضا اور خوشنودی کے لئے تھا اور دنیا کی کوئی غرض اس میں نہ تھی تو تُو مجھ پر رحم فرما اور اس پتھر کو راستہ سے ہٹا دے۔ تب پھر زور کا طوفان اٹھا اور پتھر لڑھک کر نیچے گر گیا اور وہ تینوں شخص غار سے باہر نکل آئے (ریاض الصالحین الواب الاخلاص والنیّۃ)

غرض دُعا ایک بہت بڑا ہتھیار ہے جو ہر مصیبت میں انسان کے کام آتا ہے اور اسے ہر قسم کی مشکلات سے رہائی عطا کرتا ہے۔ اتنے بڑے ہتھیار کے ہوتے ہوئے بڑا ہی نادان وہ شخص ہے جو مصیبت کے آنے پر کسی اور کی طرف بھاگے اور اس سے مدد مانگے۔ سچا مومن وہی ہے جو اپنی ہر ضرورت خدا تعالیٰ سے مانگے یہاں تک کہ اُسے اگر اپنی جُوتی کے لئے تسمہ کی بھی ضرورت ہو تو وہ بھی اللہ تعالیٰ ہی سے مانگے اور اِس امر پر کامل یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ اُس کی ہر ضرورت کو پورا کرنے پر قادر ہے اور وہ اُسے اپنے دروازے سے کبھی خائب و خاسر واپس نہیں لوٹائے گا۔ جب مومن کے اندر یہ کیفیت پیدا ہو جاتی ہے وہ سب دنیا کو بھول جاتا ہے۔ وہ صرف اللہ تعالیٰ کو ہی اپنا حقیقی کارساز سمجھتا ہے ؛ (تفسیر کبیر جلد پنجم حصہ دوم ص ۲۱۹ تا ۲۲۲)

قرآن کریم سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بے مثال محبت

(مکرم مولانا جلال الدین صاحب شمس)

(۱)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کا مطالعہ کرنے والے پر یہ حقیقت مخفی نہیں رہ سکتی کہ آپ کو اللہ تعالےٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ تعالیٰ کے کلام یعنی قرآن کریم سے بے مثال اور بے انتہا محبّت و عقیدت تھی۔ آپ کے نزدیک جس طرح اللہ تعالےٰ اپنی صفات میں منفرد اور یگانہ ہے، جس طرح حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کمالات اور اپنی صفات کے لحاظ سے تمام بنی نوع میں یکتا و بے ہمتا ہیں اسی طرح قرآن کریم اپنے کمالات اور محاسن میں تمام کتب سے الہامی ہوں یا غیر الہامی بے نظیر و بے مثال ہے۔ آپ کے نزدیک حقیقی اور لائقِ محبّت خدا وہی خدا ہے جسے اسلام نے پیش کیا ہے۔ جو زندہ اور قادر و قیوم اور تمام محامد کا مستحق اور تمام عیوب و نقائص سے منزّہ ہے اور انبیاء کے گروہ میں سے آپ کے نزدیک زندہ اور کامل نبی صرف سید الاوّلین و الآخرین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور الہامی کتابوں میں سے زندہ اور زندگی بخش کامل و مکمل کتاب صرف قرآن مجید ہے اور یہی وجہ ہے کہ آپ کے دل میں اِن تینوں کے لئے جس قدر عشق و محبّت کے جذبات موجزن تھے وہ کسی اور چیز کے لئے نہ تھے۔ اِن تینوں کی محبت میں دنیا و مافیہا کی کوئی چیز سہیم و شریک نہ تھی۔

اس میں شک نہیں کہ اصلی اور حقیقی محبوب تو اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے جو ازلی و ابدی ہے۔ باقی دوسرے آپ کی محبّت کا حقیقی باعث آپ کا اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہونا ہے۔ کیونکہ حقیقی محبّت کا تقاضا ہے کہ محبوب کی محبوب چیز سے بھی محبّ کو دلی محبّت ہوتی ہے۔ اِس جگہ میں آپ کی صرف اُن تحریروں کا ذکر کروں گا جن میں آپ نے قرآن مجید سے اپنی بے نظیر محبّت و بے پناہ عقیدت اور اس کی انتہائی رفعت و عظمت اور بلندیٔ شان کا ذکر فرمایا ہے۔ اور میں علیٰ وجہ البصیرت کہتا ہوں کہ گزشتہ اولیائے کرام اور صلحائے اُمّت میں سے کسی ایک فرد نے بھی اِس رنگ میں قرآن مجید سے محبّت و عقیدت اور اس کی عظمتِ شان اور بلندیٔ مقام اور اس کے اعلیٰ ترین محاسن و فضائل کا اظہار نہیں کیا۔

محبوبیّتِ قرآن کریم

آپ کلام اللہ یعنی قرآن کریم سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

اے کانِ دلربائی دانم کہ از کجائی ؛ تو نورِ آں خدائی کیں خلق آفریدہ

میلم نماند باکس محبوبِ من توئی بس ؛ زیرا کہ زاں فغاں رس نورت بما رسیدہ[١]

یعنی اے حُسن و دلربائی کی کان میں جانتا ہوں کہ تو کہاں سے ہے اور کس سے تعلق رکھتی ہے۔ تُو تو اُس خدا کا نور ہے جس نے یہ ساری مخلوقات پیدا کی ہے۔ مجھے تو اب کسی (اَور کتاب یا فرد) سے تعلق نہیں رہا اب تو ہی میرا محبوب و معشوق کافی ہے کیونکہ خدائے فریاد رس کی طرف سے تیرا نور ہمیں پہنچا ہے۔

اسی طرح فرماتے ہیں ؎

زعشّاقِ فرقان و پیغمبریم ؛ بدیں آمدیم و بدیں بگذریم[٢]

یعنی ہم قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقوں میں سے ہیں۔ اِسی پہ ہم آئے ہیں اور اسی حالت پر ہم گذر جائیں گے۔ یعنی قیامت تک ہمارے اِس رشتۂ محبّت و عشق کو کوئی قطع نہیں کر سکے گا۔

قرآن کریم کے کمالِ حُسن و جمال کا ذکر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن کریم کے حسن و جمال کا تذکرہ مختلف پیرایوں میں عاشقانہ انداز میں کیا ہے اور عربی، فارسی اور اُردو نظم و نثر میں کیا ہے۔ مثلاً حضورؑ فرماتے ہیں۔

مليح الحسن محبوب

"قرآن شریف ایسا ملیح الحسن محبوب ہے کہ ہر یک چیز اس سے مل کر آرائش پکڑتی ہے اور اپنی آرائش میں کسی آمیزش کا محتاج نہیں ؎

ہمہ خوبانِ عالم را بزیورہا بیارایند
تو سیمیں تن چناں خوبی کہ زیورہا بیارائی[٣]

یعنی دنیا کے خوبصورت لوگ تو زیور سے آرائش پکڑتے ہیں لیکن تو سیمیں تن ایسا خوبصورت ہے کہ زیور

---

[١] براہین احمدیہ حصہ سوم حاشیہ صفحہ ۲۴۴ ۔ [٢] ازالہ اوہام حصہ اول صفحہ ۱۳۷ ۔ [٣] سرمہ چشم آریہ صفحہ ۱۰۹)

تجھ سے آرائش پکڑتے ہیں۔

یوسفؑ اور قرآن حضرت یوسفؑ جو حُسن و جمال میں ضرب المثل ہیں۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک قرآن اپنی خوبی و دلبری اور حسن و جمال میں ان سے کہیں بڑھ کر ہے فرماتے ہیں ؎

کہتے ہیں حسنِ یوسف دلکش بہت تھا لیکن ؛ خوبی و دلبری میں سب سے سوا یہی ہے
یوسف تو سُن چکے ہو اِک چاہ میں گرا تھا ؛ یہ چاہ سے نکالے جس کی صدا یہی ہے

پھر اللہ تعالےٰ سے خطاب کر کے فرماتے ہیں ؎

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں ؛ قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے[1]

اور ایک فارسی نظم میں قرآن مجید کی مدح میں فرماتے ہیں ؎

یوسف بقعرِ چاہے محبوس ماند تنہا ؛ ویں یوسفے کہ تن ہا از چاہ برکشیدہ

یعنی قرآن مجید ہے تو یوسفؑ کی طرح لیکن اِس میں اور یوسفؑ میں ایک فرق ہے کہ یوسفؑ تو ایک کنوئیں کی تہ میں تنہا یعنی اکیلا محبوس تھا مگر اِس یوسفؑ یعنی قرآن نے تنہا بہت سے لوگوں کو کنوئیں میں سے نکالا ہے۔

شمس و قمر اور قرآن پھر عاشق اپنے معشوق، محب اور اپنے محبوب کو اس کی خوبصورتی اور چمک دمک اور جلال و جمال ظاہر کرنے کے لئے سورج اور چاند سے تشبیہہ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا محبوب تو چاند کی طرح خوبصورت یا سورج کی مانند ہے لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے محبوب قرآن مجید کا کمالِ حسن اِس رنگ میں ظاہر فرماتے ہیں ؎

آں دیدہ کہ نورے نگرفت است ز فرقاں ؛ حقا کہ ہمہ عمر ز کوری نہ رہیدہ
با خورند ہم نسبتِ آں نور کہ بینم ؛ صد خور کہ بہ پیرامنِ او حلقہ کشیدہ[2]

یعنی وہ آنکھ جس نے قرآن کریم سے نور اخذ نہیں کیا خدا کی قسم وہ ساری عمر اندھے پن سے خلاصی نہ پائے گی۔ مَیں سورج سے اِس نور کو تشبیہہ نہیں دے سکتا کیونکہ مَیں دیکھتا ہوں کہ اس کے گرد سینکڑوں آفتاب حلقہ باندھے کھڑے ہیں۔

اسی طرح فرماتے ہیں ؎

وہ روشنی جو پاتے ہیں ہم اِس کتاب میں ؛ ہوگی نہیں کبھی وہ ہزار آفتاب میں

اور فرماتے ہیں ؎

---

[1] قادیان کے آریہ اور ہم صفحہ ۵۔ [2] براہین احمدیہ حصہ چہارم صفحہ ۲۸۹

از نورِ پاک قرآں صبح صفا دمیدہ ÷ بر غنچہ ہائے دلہا بادِ صبا وزیدہ
ایں روشنی و لمعاں شمس الضحیٰ ندارد ÷ ویں دلبری و خوبی کس در قمر ندیدہ[۱]

یعنی قرآن کریم کے پاک نور سے روشن صبح نمودار ہوگئی اور دلوں کے غنچوں پر بادِ صبا چلنے لگی۔ ایسی روشنی اور چمک تو دوپہر کے سورج میں بھی نہیں اور ایسی کشش اور حسن تو کسی چاند میں بھی نہیں۔

پھر فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کو چاند سے تشبیہ کیونکر دیں جبکہ وہ خود ہی چاند ہے ؎

جمال و حسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے ÷ قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

اور عربی نظم میں قرآن مجید کی شانِ عظیم اور اس کی فضیلت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

وما القرآن اِلّا مثل دُرَرٍ　　فرائد زانها حسن البیان
وما مسّت الکفّ الکاشحینا　　معارفه الّتی مثل الحصان
به ما شئت من علمٍ و عقلٍ　　واسرار و ابکار المعانی
لهٗ نوران نور من علومٍ　　ونور من بیان کالجمان
کلام فائق ماراق طرف　　جمال بعده والنیّران
ایاة الشمس عند سناه دخن　　وما اللعل والسبت الیمانی
واین یکون للقرآن مثل　　ولیس لهٗ بهٰذا الفضل ثانی

(نور الحق حصہ صفحہ ۸۸-۸۹)

یعنی قرآن تو بہت عمدہ اور یگانہ موتیوں کی طرح ہے اور حسنِ بیان سے اس کی زینت اور خوبصورتی اور بھی نکھری ہے اور دشمنوں کی ہتھیلیاں ان معارف کو چھوتی بھی نہیں جو قرآن میں ایسے طور پر چھپی ہوئی ہیں جیسے پردہ نشین پارسا عورت چھپی ہوئی ہوتی ہے۔ اس میں ہر ایک وہ علم اور عقل ہے جس کا تو طالب ہے اور انواع و اقسام کے بھید اور نئی صداقتیں اس میں بھری ہوئی ہیں۔ اس میں دو نور ہیں، ایک تو علوم کا نور اور دوسرے فصاحت و بلاغت کا نور جو دانہ نقرہ کی طرح چمکتا ہے۔ وہ ایک ایسا کلام ہے جو ہر ایک کلام پر فوقیت لے گیا ہے۔ اس کے بعد مجھے نہ کوئی اور جمال اچھا معلوم ہوا اور نہ آفتاب اور قمر اچھے دکھائی دیئے۔ آفتاب کی روشنی اس کی چمک کے آگے ایک دھواں سا ہے اور لعل سے سُرخ چمڑے کو گو یمن کی ساخت کا ہی کیوں نہ ہو نسبت ہی کیا ہے۔ اور قرآن کی مثال دوسری چیز کیونکر ہو جبکہ وہ اپنے فضائل میں بے مثل ہے۔

---

[۱] براہین احمدیہ حصہ سوم حاشیہ صفحہ ۲۷۴

درخت سے تشبیہہ

جب آپ قرآن کریم کو ایک درخت سے تشبیہہ دیتے ہیں تو ایسے درخت سے دیتے ہیں جو اُن تمام عمدہ صفات اور خوبیوں کا جامع ہو جو ایک درخت میں پائے جانے ممکن ہوں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:[۱]

ہست فرقانِ مبارک از خدا طیب شجر　÷　نونہال و نیک بو و سایہ دار و پُر ثمر
در نیاید باورت در وصف فرقان مجید　÷　حُسن آں شاہد بپرس از شاہداں یا خود نگر[۲]

یعنی قرآن پاک خدا کی طرف سے ایک پاکیزہ درخت ہے جو نونہال اور نیک اصل والا اور سایہ دار اور پھلوں سے لدا ہوا ہے۔ اگر تجھے قرآن مجید کی خوبیوں پر یقین نہیں ہے تو اس معشوق کا حُسن دیکھنے والوں سے پوچھ یا خود تحقیق کر۔

اور فرماتے ہیں:۔

"جس حالت میں فرقانِ مجید وہ عظیم الشان و سرسبز و شاداب درخت ہے جس کی جڑھیں زمین کے نیچے تک اور شاخیں آسمان تک پہنچی ہوئی ہیں۔ تو پھر ایسے شجرہ طیبّہ کے پھلوں سے کیونکر انکار ہوسکتا ہے۔ اس کے پھل بدیہی الظہور ہیں جن کو ہمیشہ لوگ کھاتے رہے ہیں اور اب بھی کھاتے ہیں اور آئندہ بھی کھائیں گے۔"[۳]

خوبصورت جوان سے تشبیہہ

قرآن مجید کے کمالِ حُسن اور اُس سے اپنی محبّت کا ذکر کرتے ہوئے آپ اُسے ایک خوبرو جمیل و حسین نوجوان سے تشبیہہ دیتے ہیں اور اس کے مقابلہ میں دوسری کتابوں کی بدصورتی ظاہر کرنے کے لئے ایک نہایت کریہہ المنظر بدشکل عورت کی مثال دیتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

(ترجمہ از عربی عبارت) "مَیں اپنے دل کو قرآن کریم اور اس کے دقائق ' نکات اور اس کے معارف کی طرف مائل پاتا تھا اور قرآن نے مجھے محبّت کی وجہ سے اپنا شیفتہ بنالیا۔ اور مَیں نے دیکھا کہ وہ مجھے مختلف اقسام کے معارف اور قسم قسم کے پھل دیتا ہے جو نہ کبھی ختم ہوں گے اور نہ ان سے مجھے کبھی محروم کیا جائے گا۔ اور مَیں نے جان لیا کہ قرآن کریم ایمان کو مضبوط کرتا اور یقین میں زیادتی کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی قسم وہ ایک لاثانی موتی ہے۔ اس کا ظاہر بھی نور ہے اور اس کا باطن بھی نور ہے اور اس کے ہر لفظ اور ہر کلمہ میں نور ہے۔ وہ ایک روحانی باغ ہے جس کے خوشے نہایت قریب ہیں اور اس کے نیچے نہریں بہتی ہیں ۔۔۔۔ اس کے فیض کے گھاٹ نہایت خوشگوار ہیں۔ پس پینے والوں کو مبارک ہو ۔۔۔۔ اور اللہ تعالیٰ کی قسم اگر قرآن کریم نہ ہوتا تو میری زندگی بے لطف ہوتی۔ مَیں نے اس کے حُسن کو ہزاروں یوسفوں سے زیادہ دیکھا ہے۔ پس مَیں اس کی طرف انتہائی طور پر مائل ہوگیا۔

---

[۱] براہین احمدیہ حصہ چہارم حاشیہ در حاشیہ صفحہ ۵۱۳ - [۲] ایضاً صفحہ ۵۹ حاشیہ در حاشیہ ۳

اور وہ میرے دل میں گھر کر گیا ہے ۔ اس نے مجھے اس طرح پرورش کیا ہے جیسے رِحم میں بچّہ کی پرورش کی جاتی ہے ۔ اس کا میرے دل پر ایک عجیب اثر ہے ۔ اس کے حسن نے مجھے اپنا گرویدہ بنا لیا ہے اور مَیں نے کشف میں دیکھا ہے کہ "حظیرۃ القدس" قرآن کریم کے پانی کے ساتھ سیراب کیا جاتا ہے اور وہ یعنی قرآن کریم ماء الحیات کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے ۔ جس نے اس سے پانی پی لیا وہ نہ صرف خود زندہ رہے گا بلکہ اوروں کی زندگی کا بھی موجب ہوگا ۔ اور اللہ تعالیٰ کی قسم اس کا چہرہ ہر شے سے زیادہ خوبصورت ہے ۔ وہ ایک ایسا چہرہ ہے جسے خوبصورتی کے سانچے میں ڈھالا گیا ہے اور کمالِ حُسن کا حُلّہ پہنایا گیا ہے ۔

اور یقیناً مَیں اُسے خوبصورت ، موزون قد نوجوان کی طرح پاتا ہوں جس کے رخسار ملائم ہوں اور اُسے تناسب اعضاء سے حصّہ وافر عطا ہوا ہو ۔ اور اس پر ہر ملاحت اور ہر نور مکمّل طور پر پورا ہو چکا ہو ۔ وہ ایک پاکیزہ خوبرو نوجوان کی طرح ہے جسے ہر اُس پسندیدہ اعتدال اور چنیدہ ملاحت سے پورا پورا حصّہ دیا گیا ہے جن کا کسی محبوب میں پایا جانا ضروری ہے جیسے آنکھوں کا سیاہ ہونا ، کشادہ ابرو ہونا ، رخساروں کا بھڑکیلا پن ، کمر کا نازک ہونا ، دانتوں کی آبداری ، لبوں میں فاصلہ ، ناک کی بلندی ، بیماریٔ چشم ، پوروں کی نزاکت اور بٹائی ہوئی زلفیں اور ہر وہ چیز جو دلوں کو موہ لے ۔ آنکھوں کو سرور بخشے اور کسی حسین میں اچھی معلوم ہو ۔

اور قرآن کے علاوہ دوسری تمام کتابیں ناقص ہیں ...... ان کی مثال اس عورت کی سی ہے کہ جس کے چہرہ سے پردہ اٹھایا جائے تو وہ انتہائی بدصورت نظر آئے ۔ اس کی آنکھیں گلی سڑی ہوں ، اس کے رخسار داغدار ہوں ، اس کے سر کے بال اُڑے ہوئے ہوں ، اس کے دانتوں پر میل جمی ہوئی ہو اور اس کا گلاب سا چہرہ مرجھایا ہوا ہو ...... اس کے سر کے بال سفید ہو گئے ہوں اور وہ ایک گلے سڑے اور بدبودار مردار کی طرح ہو جس کے سونگھنے سے لوگوں کو تکلیف پہنچتی ہو اور وہ آنکھوں کے سرور کو ختم کر دیتا ہو اور اس کے گھر والے اپنی رسوائی کی وجہ سے آنسو بہاتے ہوں اور پاک و صاف لوگ اس بات کی تمنا کرتے ہوں کہ اُسے مٹی میں دبا دیں یا اُسے اپنے سے دُور کر کے اسفل السافلین میں گرا دیں ۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ اُس نے مجھے قرآن کریم کے انوار سے وافر حصّہ دیا ہے اور اسکے موتیوں سے میرے فقر کو دُور کر دیا ہے ۔ اُس نے مجھے اُس کے پھلوں سے سیر کر دیا ہے اور مجھے ظاہری اور باطنی نعمتوں سے نوازا ہے اور مجھے اپنی طرف جذب کر لیا ہے ۔ مَیں جوان تھا اب مَیں بوڑھا ہو گیا ہوں اور میری یہ حالت رہی ہے کہ جب بھی مَیں نے کسی دروازے کو کھولنا چاہا وہ مَیں نے کھول لیا اور

جب مجھے کسی نعمت کی ضرورت محسوس ہوئی وہ مجھے عطا کی گئی - اور جب بھی میں نے کسی امر کی حقیقت معلوم کرنا چاہی وہ میں نے معلوم کرلی - اور جب بھی میں نے تضرّع سے دُعا کی وہ قبول ہوئی اور یہ سب کچھ میری اُس محبّت کی وجہ سے ہے جو مجھے قرآن کریم اور اپنے آقا اور امام سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے[۱]۔"

اسی طرح آپ قرآن کریم کے حسن و جمال اور اس کے کمال کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

كتاب كريم حاذ كلّ فضيلة   ويسقى كئوس معارف و يؤثر
كعين كحيل زينت صفحاته   بناظرة من عين خلد ينظر
فيا عجبا من حسنه وجماله   ارىٰ انّه درّ ومسك وعنبر
وانّ سروري في ادارة كأسه   فهل في الندامى حاضر من يكرّر
وريّاه قد فاق الحدائق كلّها   نسيم الصبا من شانه يتحيّر
اذا ما تلا من اٰية طالب الهدىٰ   يرىٰ نوره يجرى كعين ويمطر

"یعنی وہ بزرگ کتاب ہے جو تمام فضیلتوں کی جامع ہے وہ معارف کا جام پلاتی ہے اور بس نہیں کرتی - سرمگیں آنکھ کی طرح اس کے صفحات خوبصورت ہیں اور اس کی آنکھ میں بہشتی حوروں کی آنکھوں والی کشش ہے - اس کا حسن و جمال عجیب تر ہے میں اس کو موتی اور مشک اور عنبر ہی جانتا ہوں - میری خوشی اور میرا سرور تو اس کے جام کے دَور میں ہے کیا ہم جلیسوں میں سے کوئی ہے جو اس کا بار بار دَور چلائے - اس کی خوشبو کُل باغات پر فوقیت پا چکی ہے - بادِ صبا اس کی شان سے متحیّر ہے - جب کوئی طالبِ ہدایت کوئی آیت پڑھتا ہے تو اس کا نور چشمۂ صافی کی طرح بہتا ہوا اور بارش کی طرح برستا ہوا معلوم ہوتا ہے۔"

اور فرماتے ہیں ؎

اذا ما نظرت الى جمال ضيائه   فاذا الجمال على سنا البرق يغلب
يفتحُ القلوب ويدفعن ظلامها   ويشفى الصدور وسواده ويهذب
فقلت له لما شربت زلاله   فدىً لك روحى انت عينى ومشرب
ووالله يجرى تحته نور الهدىٰ   ومن اكثر الامعان فيه فيشرب

(کرامات الصادقین)

۱؎ آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۵۴۵-۵۴۷

یعنی جب میں نے قرآن مجید کے نور کے جمال کو دیکھا تو میں نے اس کے حسن کو برق کی روشنی پر غالب پایا۔ وہ دلوں کو روشن اور ان کی تاریکیوں کو دور کرتا ہے اور وہ سینوں کو شفا دیتا اور صاف کرتا ہے۔ پس جب میں نے اس کا صاف و شفاف ٹھنڈا پانی پیا تو میں نے اس سے کہا میری جان تجھ پر قربان ہو تو میرا چشمہ اور مشرب ہے۔ خدا کی قسم اس کے نیچے ہدایت کی نہریں بہتی ہیں اور جو اس میں بکثرت غوطہ کرے گا تو وہ اس سے ضرور پیئے گا۔

قرآن مجید سے مُنہ پھیرنے والے سے عدم محبت

ایک عاشق صادق فطرۃً یہ خواہش رکھتا ہے کہ جس نظر سے وہ اپنے محبوب کو خود دیکھتا ہے اسی نظر سے دوسرے بھی اسے دیکھیں اور جو شخص اس کے محبوب کو بنظرِ حقارت دیکھتا اور اس سے بغض و عداوت رکھتا اور اس سے مُنہ پھیرتا ہے تو وہ بھی اس سے ویسا ہی معاملہ کرتا ہے۔ قرآن مجید سے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسی فطری جذبہ کا اظہار مندرجہ ذیل اشعار میں کیا ہے۔ فرماتے ہیں ؎

صد بار رقص ہا کنم از خرمی اگر
بینم کہ حُسنِ دلکش فرقاں نہاں نماند

دیدم کہ زاہداں رہِ فرقاں گذاشتند
ناچار در دلم اثرِ مہرِ شاں نماند

(اشتہار اہلِ اسلام کی فریاد)

یعنی میں خوشی کے مارے سینکڑوں بار رقص کروں اگر یہ دیکھ لوں کہ قرآن کا دلکش جمال پوشیدہ نہیں رہا بلکہ سب پر ظاہر ہوگیا ہے۔ میں نے دیکھا کہ زاہدوں نے قرآن کا راستہ چھوڑ دیا ہے اور اس سے کوئی تعلق نہیں رکھا اس لئے ناچار میرے دل میں بھی ان کی محبت کا نشان باقی نہیں رہا۔

اسی طرح عربی نظم میں فرماتے ہیں ؎

ومن یطلبن سبل الھدیٰ فی غیرہ
یکن سعیہ لعنا علیہ فیعطب

ومن یعص فرقانا کریما فانّہ
یطع السعیر وفی الجحیم یقلب

(کرامات الصادقین)

یعنی جو ہدایت کی راہیں قرآن مجید کے سوا کسی اور سے طلب کریگا اس کی کوشش اس کے لئے لعنت ہوگی اور

دُکھ اٹھائے گا - اور جو قرآن کریم کی نافرمانی کرے گا وہ یقیناً جہنم میں جائے گا اور اس میں پلٹے کھائے گا۔

قرآن سے پیار کرنے کی تلقین

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی جماعت کو خطاب کرتے ہوئے بطور نصیحت فرماتے ہیں :-

"تم قرآن کو تدبر سے پڑھو اور اس سے بہت ہی پیار کرو۔ ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو۔ کیونکہ جیسا کہ خدا نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا الخیر کلّه فی القرآن کہ تمام قسم کی بھلائیاں قرآن میں ہیں۔ یہی بات سچ ہے۔ افسوس ان لوگوں پر جو کسی اور چیز کو اس پر مقدم رکھتے ہیں۔ تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن میں ہے، کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں نہیں پائی جاتی۔ تمہارے ایمان کا مصدق یا مکذب قیامت کے دن قرآن ہے ...... اس نعمت کی قدر کرو جو تمہیں دی گئی۔ یہ نہایت پیاری نعمت ہے، یہ بڑی دولت ہے۔ اگر قرآن نہ آتا تو تمام دنیا ایک گندے مضغہ کی طرح تھی۔ قرآن وہ کتاب ہے جس کے مقابل پر تمام ہدایتیں ہیچ ہیں۔" (کشتی نوح ص۲۶-۲۷)

نیز فرماتے ہیں :-

"جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے۔ جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے اُن کو آسمان پر مقدم رکھا جائے گا۔ نوعِ انسان کے لئے رُوئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔"

(کشتی نوح ص۱۳)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قرآن کریم سے بے پایاں محبت اور بے انتہا عشق کا یہ اثر ہے کہ آج لاکھوں انسان آپ کی اتباع میں قرآن مجید سے بے انتہا محبت و عشق رکھتے، اُسے ہر قول پر مقدم رکھتے اور اس کی دنیا میں اشاعت کے لئے ہر قسم کی مالی و جانی قربانیاں کر رہے ہیں۔

(باقی)

اپنے عمل سے اُسوۂ رسولؐ کو زندہ کر دکھانے والا وجود

مسیحِ پاک علیہ السّلام کی حیاتِ طیّبہ کا ایک ورق!

(مکرم جناب شیخ خورشید احمد صاحب ربوہ)

تربیت اور اصلاح کے لئے عملی نمونہ بہت ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شروع سے ہی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی اصلاح اور راہ نمائی کے لئے انبیاء اور ماموروں کی بعثت کا سلسلہ جاری فرمایا تاکہ لوگوں کے سامنے آسمانی ہدایتوں پر گامزن ہونے کا ایک عملی نمونہ موجود ہو اور اس نمونہ کو دیکھ کر وہ بھی اپنی زندگیوں میں ایک پاک تبدیلی پیدا کریں۔

بنی نوع انسان کے لئے سب سے آخری، سب سے بہتر اور کامل نمونہ ہمارے آقا اور سردار حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کے وجود پر انسانی کمالات ختم ہو جاتے ہیں۔ یہ ایک امرِ واقعہ ہے جس سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔ انسانی زندگی کے ہر پہلو، ہر حصّہ اور ہر گوشہ کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہمارے لئے بہترین نمونہ ہے۔

موجودہ زمانہ میں جس وجود باجود نے اپنے عملی نمونہ سے اُسوۂ رسولؐ کو زندہ کر دکھایا وہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں جنہیں محض اتباعِ رسولؐ اور عشقِ رسولؐ کی بدولت یہ مقام حاصل ہوا۔ حضور علیہ السلام کی حیاتِ طیّبہ موجودہ زمانہ میں ہمارے لئے اسلامی تعلیم پر صحیح رنگ میں عمل کرنے کے سلسلے میں مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ آپ کے حالاتِ زندگی تربیت و اصلاح اور تزکیۂ نفس کا ایک اہم ذریعہ ہیں۔ احبابِ جماعت اور بالخصوص انصار اللہ کا یہ فرض ہے کہ وہ حضورؑ کی سیرۃ و سوانح کا تذکرہ اپنے گھرانوں میں اور اپنی جماعتوں میں بکثرت کریں تا اس کے ذریعے ہماری اور ہماری آئندہ نسلوں کی اصلاح ہو۔

ذیل میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت کے چند واقعات عرض کئے جاتے ہیں۔ ہمیں دیکھنا اور غور کرنا چاہیئے کہ کس حد تک ہم حضورؑ کے نمونہ پر عمل کرتے ہیں:۔

مہمان نوازی | مہمان نوازی ایک اسلامی خلق ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضورؐ کے صحابہ کرامؓ اِس خلق کا خاص

طور پر بہت خیال رکھا کرتے تھے لیکن موجودہ زمانہ میں افسوس ہے کہ یہ خلق آہستہ آہستہ معدوم ہوتا جارہا ہے شہری آبادی سے تعلق رکھنے والے افراد بالخصوص اسے ترک کر رہے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے عمل سے اِس اسلامی خلق کو بھی زندہ کیا۔ حضورؑ کی خدمت میں حاضر ہونے والے اصحاب بالعموم حضورؑ کے خادم اور مرید ہوتے تھے جو حضورؑ کی خدمت کو اپنے لئے موجب سعادت سمجھتے تھے لیکن حضور علیہ السلام ان کے آرام اور ان کی سہولت کا بھی خاص طور پر خیال رکھتے اور ہمیشہ اس امر کو ملحوظ رکھتے تھے کہ مہمانوں کو کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ ہو۔ چنانچہ :-

(۱) ایک دفعہ جب حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ عنہ قادیان سے روانہ ہونے لگے تو حضرت اقدسؑ نے گھر سے ان کے لئے کھانا منگوایا۔ جو خادم کھانا لایا وہ یونہی کھُلا کھانا لے آیا۔ حضورؑ نے دیکھ کر فرمایا مفتی صاحب، کھُلا کھانا کس طرح سفر میں لے کر جائیں گے؟ کسی کپڑے میں کھانا باندھ کر لانا چاہیئے تھا پھر فرمایا اچھا میں ابھی کچھ انتظام کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر حضورؑ نے اپنے سر کی پگڑی کے ایک کنارہ کا ٹکڑا ایک گز کے قریب پھاڑا اور اس میں وہ کھانا باندھ دیا۔ (سیرۃ المہدی حصہ دوم)

(۲) حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ ہی کے ایک اَور واقعہ سے بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضور علیہ السلام کس طرح غیر معمولی طور پر اپنے خدام کے آرام کا خیال رکھتے تھے۔ حضرت مفتی صاحبؓ بیان فرماتے ہیں :-

"ایک دفعہ میں لاہور سے قادیان آیا ہوا تھا مجھے حضرت صاحبؑ نے مسجد مبارک میں بٹھایا جو کہ اُس وقت ایک چھوٹی سی جگہ تھی۔ فرمایا "آپ بیٹھئے! مَیں آپ کے لئے کھانا لاتا ہوں"۔ یہ کہہ کر آپ اندر تشریف لے گئے۔ میرا خیال تھا کسی خادم کے ہاتھ کھانا بھیج دیں گے مگر چند منٹ کے بعد جبکہ کھڑکی کھُلی تو مَیں کیا دیکھتا ہوں کہ اپنے ہاتھ سے سینی اٹھائے ہوئے میرے لئے کھانا لا رہے ہیں۔ مجھے دیکھ کر فرمایا "آپ کھانا کھائیے مَیں آپ کے لئے پانی لاتا ہوں"۔ بے اختیار رقت سے میرے آنسو نکل آئے کہ جب ہمارے مقتدا اور پیشوا ہو کر حضور ہماری یہ خدمت کرتے ہیں تو ہمیں آپس میں ایک دوسرے کی کس قدر خدمت کرنی چاہیئے!" (ذکر حبیبؑ ص۳۲)

(۳) حضرت مفتی صاحب مرحومؓ ہی اپنے ایک اَور واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"جب عاجز راقم لاہور سے قادیان آیا کرتا تو حضورؑ مجھے عموماً ہر روز صبح پینے کے واسطے دُودھ بھیجا کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضورؑ نے مجھے اندر بُلایا ایک برتن دودھ کا بھرا ہوُا حضورؑ کے ہاتھ میں تھا اُس میں سے ایک بڑے گلاس میں حضورؑ نے دُودھ ڈالا اور مجھے دیا اور

محبت سے فرمایا۔ آپ یہ پی لیں پھر میں اور دیتا ہوں۔ میں تو اِس گلاس کو بھی ختم نہ کر سکا ابھی اس میں دودھ باقی تھا جو بس کہہ دیا اور واپس کیا۔ تبسم کرتے ہوئے حضورؑ نے فرمایا بس! آپ تو بہت تھوڑا دودھ پیتے ہیں۔" (ذکر حبیب صا۱۷)

نقائص کی بجائے خوبیوں پر نظر رکھو

بعض لوگوں کو عادت ہوتی ہے کہ وہ بلا وجہ دوسروں کی شکایتیں کرتے رہتے ہیں اور ان کی کمزوریوں کی تشہیر کرتے ہیں۔ حضور علیہ السلام اِس عادت کو سخت ناپسند فرماتے تھے اور ہمیشہ نصیحت فرماتے تھے کہ کمزوریوں کی بجائے خوبیوں پر نظر رکھو۔ اِس بارے میں حضورؑ کے اپنے عمل کا اندازہ اِس سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک دفعہ جب بعض لوگوں نے حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی رضؓ کی کوئی شکایت حضورؑ کی خدمت میں کی تو حضورؑ نے سُن کر فرمایا
ع عیبش ہمہ گفتی ہنرش نیز بگو۔ اور پھر حضرت شیخ صاحب کی ایک خوبی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ان میں اگر وہ عیب ہے تو یہ خوبی بھی تو موجود ہے۔ (سیرۃ المہدی)

اسی طرح ایک دفعہ مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے مرحوم کو معلوم ہوا کہ کسی شخص نے حضرت صاحب کے پاس انکی شکایت کی ہے اس پر انہوں نے بہت برا منایا اور حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ لوگ خوامخواہ ہماری شکایتیں آپ کے پاس لے جاتے ہیں جس سے ہمیں بہت تکلیف ہوتی ہے اس پر حضور نے مسکراتے ہوئے فرمایا:۔

"مولوی صاحب! آپ گھبرائیں نہیں۔ لوگ اگر ایسی شکایتیں کرتے بھی ہیں تو میری ایسی حالت ہوتی ہے کہ گویا میں نے سنا ہی نہیں کہ کسی نے کیا کہا ہے۔" (ذکر حبیب صد۱۵۹)

حضورؑ کے اخلاقِ عالیہ کی ایک مثال

یہ تو تھا حضور کا اپنے خدام سے سلوک! اب گھر کے ادنیٰ ملازموں اور نوکروں سے حضور کے برتاؤ کی ایک مثال عرض کی جاتی ہے انسان کی اصل طبیعت کا اندازہ لگانے کے لئے گھر بہترین جگہ ہوتی ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں پر انسان کی اصل فطرت اپنی تمام خوبیوں اور کمزوریوں کے ساتھ واضح ہو جاتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک پرانے اور مقرب صحابی حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانی رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب تذکرۃ المہدی میں یہ واقعہ بیان فرمایا ہے کہ:۔

یوسف علی صاحب ایک مخلص احمدی نوجوان تھے وہ اچانک رات کو سخت بیمار ہو گئے۔ جان کنی کی حالت شروع ہو گئی۔ رات کو ایک بجے حضرت پیر صاحب موصوف رضؓ اس کی اطلاع دینے کے لئے حضورؑ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ کس طرح حاضر ہوتے ہیں؟ اور حضور نے کیا فرمایا؟ اس کی تفصیل حضرت پیر صاحب رضؓ ہی کے الفاظ میں سنئے:۔

"ساڑھے بارہ بجے ہیں۔ اِدھر مریض کا تنگ حال اُدھر مکان کے دروازے بند اور سب سوتے ہیں۔ مَیں ادھر کے حصۂ مکان کی طرف گیا جس طرف حضرت علیہ السّلام سویا کرتے یا لکھا کرتے ہیں مَیں نے ایک آواز بڑے زور سے گھبراہٹ میں دی پہلے جو بولے وہ حضرت اقدس ہی بولے کہ صاحبزادہ صاحب ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ حضور سراج الحق ہے۔ فرمایا اس وقت کیسے آئے۔ خیر تو ہے سراج الحق نے عرض کیا کہ یوسف علی کی حالت غیر اور قریب الموت ہے۔ جان کندن شروع ہے...... فرمایا۔ شام تک تو ہم نے خبر منگائی تھی اچھے تھے اندر آؤ اور پھر اندر ایک خادمہ سے فرمایا:۔

"جلدی دروازہ کھول دو ثواب ہوگا اور ایک لالٹین ساتھ لے جاؤ۔"

خادمہ سے یہ کہنا کہ دروازہ کھول دو ثواب ہوگا ایسے پیارے لب و لہجہ سے فرمایا کہ میرے جیسے انسان کا کام نہیں کہ اس کا اندازہ کر سکے حالانکہ آپ آقا ہیں اور وہ خادمہ ہے اور ہر طرح سے تابعدار اور فرمانبردار ہے آپ چاہتے تو امراء رؤساء والی شان سے اس کو خادمہ سمجھ کر یا دھمکا کر یا کڑی اور سخت آواز سے حکم کر سکتے تھے لیکن اس لب و لہجہ اور دھیمی اور مسکینی کے طریق سے فرمانا "دروازہ کھول دو ثواب ہوگا"۔ کیسا دل کو لبھانے والا جملہ ہے کہ دیا ؤ نہیں سختی نہیں۔ یہی اوصافِ حمیدہ اور خصائلِ پسندیدہ اس امام موعود کے تھے علیہ الصلوٰۃ والسّلام۔"

(تذکرۃ المہدی صفحہ ۱۲۳-۱۲۲)

خدا کس کو ضائع نہیں کرتا؟

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"نیک عملی اور راستبازی اور تقویٰ میں آگے قدم رکھو کہ خدا اُن کو جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں ضائع نہیں کرتا۔"

(رازِ حقیقت)

اسلام افریقہ میں کیوں پھیل رہا ہے؟

شہرۂ آفاق برطانوی مؤرخ آرنلڈ ٹوئن بی کا جواب

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جماعتِ احمدیہ کی عظیم الشان تبلیغی مساعی کے نتیجے میں آج اسلام براعظم افریقہ کے طول و عرض میں بڑی سرعت کے ساتھ پھیل رہا ہے۔ اس صورتِ حال پر مغرب کے عیسائی حلقوں میں اضطراب اور ایک گونہ سراسیمگی کے آثار نمایاں ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہیں افریقہ کو عیسائیت کا حلقہ بگوش بنانے کے منصوبے ایک ایک کرکے خاک میں ملتے دکھائی دے رہے ہیں۔

افریقہ میں جماعت احمدیہ کی تبلیغی مساعی کی وجہ سے اسلام کو جو تقویت حاصل ہو رہی ہے اس کا کچھ حال ہم نے سوئٹزرلینڈ کے اخبار FREIBURGER NACHRICHTEN مورخہ ۱۸ مارچ ۱۹۶۱ء کے حوالے سے گزشتہ شمارے میں درج کیا تھا۔ اخبار مذکور نے جماعت احمدیہ کی تیز تر تبلیغی مساعی اور اس بارہ میں انتھک جدوجہد کا کسی قدر تفصیل سے ذکر کرتے ہوئے لکھا تھا:-

"اس وقت افریقہ میں حالت یہ ہے کہ اگر ایک افریقی باشندہ عیسائیت قبول کرتا ہے تو اس کے بالمقابل بائیس افریقی باشندے اسلام کے حلقہ بگوش بن جاتے ہیں۔ اسلام کی طرف سے (جماعت احمدیہ کی) یہ تیز تر تبلیغی جدوجہد بلاشبہ ایک ۱ اور بائیس ۲۲ کی اس نسبت کو اور بھی زیادہ بڑھا دے گی اور یہ امر عیسائیت کے لئے مزید نقصان اور دھکا کا موجب ہوگا۔"

جبکہ افریقہ میں اسلام کے پھیلنے اور ترقی کرنے کی رفتار کا یہ عالم ہے کہ عیسائیت قبول کرنے والے ایک افریقی باشندے کے مقابلہ میں ۲۲ افریقی باشندے اسلام قبول کر لیتے ہیں تو پھر عیسائیت کے تبلیغی اداروں اور کلیسیائی تنظیموں کا پریشان اور فکر مند ہونا ایک قدرتی امر ہے۔

حال ہی میں متعدد عیسائی پادریوں اور عیسائی سکالرز نے اس صورتِ حال پر گہری تشویش کا اظہار کرتے ہوئے افریقہ میں اسلام کی پیش قدمی کی وجوہات پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ انہوں نے ازراہِ تعصب بعض من گھڑت اور خیالی وجوہات پیش کرکے اسلام کے بالمقابل عیسائیت کی اس واضح اور نمایاں شکست پر پردہ ڈالنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ ان عیسائی پادریوں اور سکالرز کے بیانات پچھلے دنوں بڑی کثرت کے ساتھ اخباروں میں شائع

ہوتے رہے ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ چونکہ اسلام کے بعض عقائد افریقہ کے غیر مہذب قومی مزاج اور ثقافتی ورثہ کے ساتھ بڑی حد تک مناسبت رکھتے ہیں اس لئے افریقہ کے حبشیوں کو اسلام قبول کرنے میں کسی خاص قباحت یا مشکل کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ برخلاف اس کے عیسائیت جن صداقتوں کی علمبردار ہے وہ افریقہ کی پسماندہ اقوام کے قومی مزاج سے مناسبت نہیں رکھتیں اور چونکہ عیسائیت اِن صداقتوں کو انسان کی نجات کے لئے لازمی سمجھتے ہوئے ان میں تبدیلی کرنے پر آمادہ نہیں ہے اس لئے اسے اسلام کے بالمقابل بہت دقت پیش آرہی ہے۔ اپنی اس خود ساختہ دلیل کی تائید میں انہوں نے دیگر باتوں کے علاوہ ایک بات یہ پیش کی ہے کہ اسلام تعدد ازدواج کی اجازت دیتا ہے اور افریقہ کے باشندے پہلے ہی اپنے ملکی رواج اور ثقافتی میراث کی بناء پر ایک سے زیادہ شادیاں کرنے کے عادی ہیں اس لئے ان کو عیسائیت کے مقابلے میں جو کسی حال میں بھی دوسری شادی کی اجازت نہیں دیتی، اسلام قبول کرنا زیادہ آسان معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ لندن کے اخبار "دی ڈیلی ٹیلیگراف" کی ۱۵ر مارچ ۱۹۶۱ء کی اشاعت میں سر ایلک کرک برائڈ (Sir Alec Kirkbride) کا ایک مضمون شائع ہوا تھا اس میں انہوں نے افریقہ میں اسلام کی روز افزوں ترقی کی ایسی ہی بعض بے سروپا وجوہات بیان کرتے ہوئے لکھا:-

> "اس ضمن میں یہ امر بھی قابلِ لحاظ ہے کہ اسلام ایک سے زیادہ شادیوں کی اجازت دیتا ہے اور یہ وہ رواج ہے کہ جس پر افریقہ میں وہ تمام لوگ ابھی تک عمل پیرا ہیں جنہوں نے اپنے قدیم اعتقادات کو خیرباد نہیں کہا ہے۔"

اسی طرح امریکہ کے اخبار "واشنگٹن پوسٹ" کی ۱۲ر دسمبر ۱۹۶۰ء کی اشاعت میں سیسل نارتھ کوٹ (Cecil Northcott) کا ایک مضمون شائع ہوا تھا۔ انہوں نے اسی بات کو قدرے مختلف الفاظ میں بیان کرتے ہوئے لکھا کہ افریقہ میں اسلام کو مقبولیت حاصل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اسلام انسانی کمزوریوں کی اصلاح کرنے کی بجائے انہیں برداشت کرنے کی طرف مائل رہا ہے برخلاف اس کے عیسائیت انسانی کمزوریوں کو برداشت نہیں کرتی۔ چنانچہ انہوں نے لکھا:-

> "اسلام افریقی باشندوں کو اس لئے اپیل کرتا ہے کہ یہ اپنے آپ کو پیش ہی اس طرح کرتا ہے کہ گویا یہ ہے ہی سیاہ فام اقوام کا مذہب (یہی وجہ ہے) یہ انسانی کمزوریوں کو برداشت کر لیتا ہے جبکہ عیسائیت اس بارہ میں نارواداری ہی نہیں بلکہ متشدد بھی ہے۔"

عیسائی پادریوں اور دیگر اہلِ قلم حضرات کی یہ اور اسی قسم کی دوسری دلیلیں نہایت درجہ بودی اور بے اصل ہیں۔ وہ افریقہ میں اسلام کی حیران کن ترقی کو بعض من گھڑت وجوہات کی طرف منسوب کر کے اصل حقیقت پر پردہ ڈالنا چاہتے ہیں۔ وہ نہیں چاہتے کہ اسلام کی روز افزوں ترقی کی اصل وجہ کو تسلیم کر کے عیسائیت کی باطنی کمزوری

اور خامیوں کا اعتراف کریں۔ اسلام اگر افریقہ میں پھیل رہا ہے تو اس کی وجہ بجز اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ اسلام کی تعلیم فطرت کے عین مطابق ہوتے ہوئے بالکل صاف، سیدھی اور عام فہم ہے۔ اس میں تثلیث اور کفارہ کا کوئی گورکھ دھندا نہیں ہے۔ اسلامی تعلیم کی اس برتری کا ایک عظیم الشان پہلو یہ ہے کہ اسلام توحید باری کے بنیادی عقیدے کے ساتھ ساتھ دنیا میں وحدت انسانی کا سب سے بڑا علمبردار ہے۔ اس نے نسلی امتیاز کی شدید مذمت کر کے دنیا کو اخوت انسانی کا درس دیا ہے اور درس ہی نہیں دیا بلکہ تاریخ شاہد ہے کہ اس نے دنیا میں عملاً اسے قائم بھی کر دکھایا۔ اسلام کی یہ ایک خوبی ہی افریقہ کی انتہائی مظلوم اقوام کے لئے اپنے اندر کچھ کم کشش نہیں رکھتی۔ برخلاف اس کے عیسائیت اس سے یکسر عاری ہے۔ چنانچہ حال ہی میں برطانیہ کے شہرہ آفاق فلسفی اور مورخ پروفیسر آرنلڈ ٹوئن بی (Arnold Toynbee) نے جنہیں دنیا میں اقوام عالم کے تہذیبی نظاموں کی تاریخ اور ان کے عروج و زوال پر اتھارٹی مانا جاتا ہے اپنے ایک مضمون "Islam the Future Wave of the World" میں افریقہ میں عیسائیت کی شکست اور اسلام کی روزافزوں ترقی کی اصل وجوہات پر نہایت عالمانہ انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ اُن کا یہ مضمون خاص طور پر پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ اس میں وہ رقمطراز ہیں:-

"ہر شخص اندازہ لگا سکتا ہے کہ (اسلام اور عیسائیت میں سے) براعظم افریقہ میں فتح اُس مذہب کی ہوگی جو ایسی روحانی قوت سے مالامال ہو جس کی مدد سے وہ قوموں اور نسلوں کی باہمی تفریق اور امتیاز پر قابو پا سکے۔ اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے اس بارہ میں اسلام کو ایک ایسی برتری حاصل ہے جس سے ماضی میں اس نے کچھ کم فائدہ نہیں اٹھایا اسلام میں اخوت اور بھائی چارے کا احساس اتنا شدید ہے کہ وہ مختلف قوموں کے مسلمانوں کو ایک دوسرے کے ہاں شادی کرنے پر بخوشی آمادہ کر سکتا ہے۔ اور دنیا میں حقیقی اخوت کے قیام کے لئے مختلف نسلوں کے مابین شادی بیاہ کو کسوٹی اور نہج کی حیثیت حاصل ہے۔ جب ایشیا یا شمالی افریقہ کے مبلغین اسلام افریقہ کے اُن وسیع علاقوں میں جو صحرا کے جنوب میں واقع ہیں لوگوں کو اسلام میں داخل کرتے ہیں تو نتیجۃً ایک ایسی سوسائٹی جنم لیتی ہے جو ہر لحاظ سے وحدت میں ڈھلی ہوئی ہوتی ہے۔ برخلاف اس کے جب مغرب کے مشنری افریقی باشندوں کو عیسائی بناتے ہیں تو اس کے نتیجے میں ایک متحدہ سوسائٹی کی بجائے علیحدہ علیحدہ دو سوسائٹیاں اُبھر کر سامنے آتی ہیں۔ ان میں سے ہر سوسائٹی مذہباً ہوتی تو عیسائی ہی ہے لیکن واضح طور پر ایک سفید فام سوسائٹی ہوتی ہے اور دوسری سیاہ فام۔

بدقسمتی سے پوری دنیائے عیسائیت میں اس صورتِ حال کو باقاعدہ ایک قانون کی حیثیت حاصل ہے۔ اگرچہ اس بارہ میں ایک نمایاں استثناء بھی ہے لیکن وہ استثناء بذاتِ خود اس امر کی آئینہ دار ہے کہ علیحدہ علیحدہ سوسائٹیوں سے متعلق ہمارا یہ بیان حقائق پر مبنی ہے۔ وہ استثناء یہ ہے کہ ہسپانوی زبان اور پرتگیزی زبان بولنے والی عیسائی اقوام نسلی امتیاز سے اسی طرح مبرّا نظر آتی ہیں جس طرح کہ مسلمان اس سے مبرّا ہیں۔ میکسیکو اور برازیل میں مختلف نسلیں آباد ہیں لیکن ہیں وہ مجموعی لحاظ سے ایک ہی قوم۔ اور غالباً یہ محض اتفاقی حادثہ نہیں ہے کہ ہسپانوی اور پرتگیزی عیسائی اسلام کے اِس وصف سے متصف ہیں۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ ان کا یہ وصف اسلامی دَور کے ورثہ کی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ سپین اور پرتگال دونوں ہی صدیوں مسلمانوں کے زیرِ نگیں رہے ہیں۔

جب تک استوائی افریقہ میں اِس وصف اور خوبی پر اسلام کی اجارہ داری قائم رہے گی وہاں اسلام کا ترقی کرنا اور عیسائیت کا زوال پذیر ہونا لازمی بنا رہے گا۔ اِس صورتِ حال میں عیسائیت کے لئے ایک سبق مضمر ہے اور وہ یہ ہے کہ عمل و کردار کے لحاظ سے اسے اپنی اصلاح کرنی چاہیئے تاکہ اُس کے عمل اور اس کے اصولوں میں مطابقت پیدا ہو سکے کیونکہ عیسائیت ایک عالمگیر مذہب ہونے کی اسلام سے کچھ کم دعویدار نہیں ہے اصولاً اس کا دعویٰ یہی کہ وہ ایک ایسا مذہب ہے کہ جو افراد یا نسلوں کے درمیان کسی امتیاز کو روا نہیں رکھتا۔

مستقبل کا دارو مدار اِس بات پر ہے کہ کونسا مذہب یا مذاہب فی الحقیقت دنیا میں روحانی اخوّت قائم کر سکتے ہیں۔ کیونکہ یہ روحانی اخوّت ہی ہے جس کی دنیا کو آج سب سے زیادہ ضرورت ہے کمیونزم کا دعویٰ ہے کہ وہ دنیا کو متحد کرنے کی سب سے زیادہ صلاحیت رکھتا ہے دوسری طرف افریقہ میں اسلام اتحاد پیدا کرنے کی صلاحیت کا ثبوت فراہم کر رہا ہے۔ عیسائیت بھی وہاں یہی کردار ادا کر سکتی تھی بشرطیکہ وہ اپنے آپ کو اِس بات کا اہل ثابت کر سکتی کہ وہ اپنے عمل کو اپنے اصولوں کے مطابق ڈھال سکتی ہے۔ نیشنلزم اتحاد کا نہیں تفریق اور انشقاق کا علمبردار ہے اس لئے نیشنلزم کا کوئی مستقبل نہیں ہے۔ یہ انسانیت کو تباہی سے ہمکنار کر کے خود اس کے کھنڈرات میں دفن ہو کر رہ جائے گا۔ اِس سے زیادہ اور کچھ کر گذرنے کی یہ قطعاً صلاحیت نہیں رکھتا۔

اِس ایٹمی دَور میں ہمیں دو انتہاؤں میں سے ایک کو منتخب کرنا ہے مکمل تباہی یا مکمل

طور پر متحدہ انسانیت ۔ اگر ہم اپنے آپ کو تباہ کرنا نہیں چاہتے تو ہمارے لئے ناگزیر ہے کہ ہم ایک ایسی متحدہ انسانی برادری کے طور پر دنیا میں زندگی بسر کرنا سیکھیں جو بلا استثناء روئے زمین کے تمام بنی نوعِ انسان پر حاوی ہو ۔ افریقہ میں ہم چھوٹے پیمانے پر انسانیت کو متحد ہوتے دیکھ سکتے ہیں ۔ ہو سکتا ہے تمام براعظموں میں سے افریقہ ہی وہ پہلا براعظم ہو جو ہماری قسمت کا معمہ حل کرنے میں ہماری مدد کر سکے ۔"

(دی اسلامک ریویو مارچ ۱۹۶۱ء)

اس اقتباس میں پروفیسر آرنلڈ ٹوئن بی نے نہایت واضح الفاظ میں عیسائیت کے بالمقابل بحیثیت مذہب اسلام کی برتری کو تسلیم کیا ہے اور اس برتری کو ہی افریقہ میں اس کی حیران کن کامیابی کی اصل وجہ قرار دیا ہے ۔ اس سے کرک برانڈ اور سیسل نارتھ کوٹ اور اسی قماش کے دوسرے عیسائی اہلِ قلم حضرات کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کا ازالہ ہو جاتا ہے جو اسلام کی کامیابی اور روز افزوں ترقی کو بعض من گھڑت باتوں کی طرف منسوب کر کے خود اپنے مذہب کی خامیوں کو مخفی رکھنا چاہتے ہیں ۔ ساتھ ہی یہ حقیقت بھی روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ غلبۂ اسلام کے وہ وعدے جو اللہ تعالےٰ نے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام سے آج سے ساٹھ ستر سال قبل انتہائی مخالف اور نامساعد حالات میں فرمائے تھے اب بڑی تیز رفتاری سے پورے ہو رہے ہیں اور وہ وقت اب دور نہیں ہے جب اُس کی مشیتِ خاص بروئے کار آ کر اسلام کو پورے کرۂ ارض پر اس طور سے غالب کر دے گی کہ روئے زمین پر بجز اسلام کے اور کوئی مذہب نہ ہو گا ۔

خدا سے منہ پھیرنا اچھا نہیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"میں نہیں کہتا کہ زراعت نہ کرو ، تجارت نہ کرو ، بلکہ میرا مطلب یہ ہے کہ اس دنیا کی محبت میں خدا سے منہ پھیرنا اچھا نہیں ۔ ابتداء میں پیدا کرنے والا بھی وہی ہے اور آخر بھی اُسی سے واسطہ پڑنا ہے تو پھر کیونکر انسان کے لئے اُس سے غافل ہونا نتیجہ خیز ہو سکتا ہے ۔"

(البلاغ المبین)

صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعض غیر مطبوعہ روایات

(مکرم مولوی عبد الرحمٰن صاحب انور ربوہ)

خاکسار نے مؤرخہ ۸ ار دسمبر ۱۹۳۳ء کو سرگودہا میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک صحابی محترم جناب چوہدری تصدق حسین صاحب آف چادہ متصل بھیرہ ضلع شاہپور (جو اُس وقت بلاک نمبر ۹ سرگودہا میں رہائش رکھتے تھے) سے بعض روایات سُنی تھیں جنہیں خاکسار نے اسی وقت قلمبند کر لیا تھا۔

محترم چوہدری تصدق حسین صاحب مرحوم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت چوہدری غلام نبی صاحب رضی اللہ تعالےٰ عنہ ریٹائرڈ سب پوسٹماسٹر کے فرزند تھے اور حضرت مولوی نظام الدین صاحب رضؓ والد حضرت مولوی شیر علی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت مولوی شیر محمد صاحب رضؓ آف ہجن ضلع سرگودہا کے بھتیجے تھے۔ حضرت مولوی شیر محمد صاحب مرحوم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بہت قدیمی اور مخلص صحابی تھے اور اپنے خاندان میں سب سے پہلے احمدی ہوئے تھے اور انہیں حضور علیہ السلام کے ۳۱۳ اصحاب کبار میں شمولیت کا شرف بھی حاصل تھا۔ محترم چوہدری تصدق حسین صاحب رضؓ نے ۱۵ اپریل سنہ ۱۹۴۲ء کو بمقام ہجن بعمر ۶۹ سال وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔ ان کی بیان کردہ روایات درج ذیل ہیں:۔

روایات محترم چوہدری تصدق حسین صاحب مرحوم رضؓ آف سرگودہا:۔

مَیں آغاز جوانی میں اُس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت سے مشرف ہوا جب حضورؑ سیالکوٹ تشریف لائے ہوئے تھے اور مَیں جموں جا رہا تھا۔ یہ اُس زمانہ سے بہت پہلے کی بات ہے کہ جب حضورؑ نے سیالکوٹ میں لیکچر دیا اور مثیل کرشن ہونے کا دعویٰ فرمایا۔ اُس وقت حضورؑ حضرت حکیم میر حسام الدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر فروکش تھے۔ مَیں نے لوگوں سے حضورؑ کی قیام گاہ کا پتہ دریافت کیا لیکن کسی نے نہ بتایا اور ٹالنے کی کوشش کی۔ آخر پوچھتا پوچھتا ایک بُوٹ فروش کی دکان پر پہنچا جن کا نام مولا بخش تھا۔ وہ احمدی تھے۔ مَیں نے جب اُن سے دریافت کیا تو وہ بہت خوش ہوئے۔ مجھے فوراً دکان کے اندر بُلا لیا اور مجھ سے میرے حالات پوچھے اس کے بعد انہوں نے مجھے پتہ بتایا اور کہا حضورؑ اِس وقت مسجد میں تشریف فرما ہیں۔ مَیں نے بطور تحفہ کچھ پھل ساتھ لے لیا تاکہ بطور نذر پیش کروں اور مسجد میں حاضر ہوا۔ بوجہ حجاب مسجد کے اندرونی حصّہ میں جہاں حضورؑ مصلّے پر مشرق کی طرف

گئے تشریف فرما تھے داخل ہونے کی جرأت نہ ہوئی باہر ہی دروازہ کے ساتھ کھڑا رہا۔ آخر ایک آدمی سے کہا حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کو بلا دو۔ وہ مسجد کے صحن میں تشریف لائے اور مجھ سے ملے۔ ان سے عرض کیا کہ میں مولوی شیر محمد صاحب جمن والوں کا بھتیجہ ہوں اور حضور سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے جاکر حضورؑ کی خدمت میں عرض کیا۔ حضور نے فرمایا بلا لو۔ چنانچہ میں جاکر حضور کے سامنے بیٹھ گیا اور پھل کا تحفہ بطور نذر پیش کر دیا۔ حضورؑ نے حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کو مخاطب کرکے فرمایا مولوی صاحب کیا آپ مولوی شیر محمد صاحب کو جانتے ہیں؟ مولوی صاحب نے فرمایا حضور جانتا ہوں۔ اس پر حضور نے فرمایا بہت مخلص آدمی ہیں۔ پھر حضور نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کوئی اور بات شروع فرما دی اور سب احباب ہمہ تن گوش ہو کر سنتے رہے۔ اچانک میرے دل میں خیال آیا کہ میں نے جو پھل پیش کیا ہے وہ ویسے ہی پڑا ہوا ہے حضور نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں کی نہ معلوم تحفہ قبول بھی فرمایا ہے یا نہیں۔ میرے دل میں یہ خیال آیا ہی تھا کہ حضور نے بات کرتے کرتے یکدم وہ رومال جس میں پھل بندھا ہوا تھا اٹھا لیا اور ایک صاحب سے فرمایا کہ اسے اندر دے آؤ۔ اس سے مجھے بہت خوشی ہوئی۔ میں کئی روز سیالکوٹ میں ہی ٹھہرا رہا اور اس عرصہ میں حضور سے دو دفعہ بیعت لینے کی درخواست کی لیکن حضورؑ نے دونوں دفعہ فرمایا ابھی ٹھہرو۔ آخر ایک دن مسجد سے ملحق اوپر کے مکان میں جہاں حضورؑ کا قیام تھا حضورؑ نے مجھے طلب فرمایا تاکہ میں بیعت کر سکوں۔ چنانچہ میں نے حاضر ہو کر وہاں اکیلے ہی بیعت کی۔ جب حضورؑ نے میری بیعت لے لی تو میں نے عرض کیا حضورؑ میں نیک کاموں کی طرف دل میں رغبت پاتا ہوں اور طبیعت نیک کام کرکے بہت خوش ہوتی ہے لیکن سستی کی وجہ سے نیک کام ہوتے نہیں۔ حضورؑ نے فرمایا یہ بھی مومن کی ایک نشانی ہے کہ وہ نیک کاموں کی طرف رغبت رکھتا ہے۔ آپ ہر نماز کے بعد گیارہ مرتبہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھ کر اپنے سینے پر پھونک لیا کریں۔

دوسری مرتبہ میں حضورؑ کی ملاقات سے لاہور میں مشرف ہوا۔ میں حضورؑ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے قادیان جا رہا تھا کہ امرتسر میں ہی مجھے علم ہو گیا کہ حضورؑ لاہور تشریف لے گئے ہیں۔ چنانچہ میں سیدھا لاہور چلا گیا۔ یہ اُن دنوں کی بات ہے جب کرم دین والے مقدمات میں ایک پیشی اور دوسری پیشی کے درمیان میں کچھ دنوں کا وقفہ تھا اور حضورؑ گورداسپور سے لاہور تشریف لے آئے تھے۔ وہاں کئی دن مقیم رہ کر حضورؑ کی تقریریں سنیں۔ حضور نے وہاں کئی دن قیام فرما کر کئی تقریریں فرمائی تھیں۔ حضورؑ کا جو لیکچر حضرت داتا گنج بخش صاحبؒ کے مزار کے قریب منڈوے میں ہوا تھا اس میں بھی میں حاضر تھا۔ اُس موقع پر حضورؑ کا لیکچر حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے پڑھ کر سنایا تھا۔ لوگوں کے عرض کرنے پر کہ حضور زبانی بھی کچھ فرمائیں حضور تقریر کے لئے کھڑے ہوئے اس پر بعض مخالفین نے شور مچا دیا۔ حضورؑ نے مولوی عبدالکریم صاحبؓ کو قرآن مجید کی تلاوت کرنے کی ہدایت فرمائی۔

مولوی صاحب نے نہایت خوش الحانی کے ساتھ ابھی تعوذ ہی پڑھا تھا کہ خاموشی چھا گئی۔ مجمع نے پورا رکوع نہایت سکوت کے عالم میں سُنا۔ پھر حضورؑ نے تقریر شروع فرمائی جسے لوگوں نے اطمینان کے ساتھ سُنا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد حضورؑ سیالکوٹ تشریف لے گئے تو اُس وقت بھی مَیں سیالکوٹ پہنچا۔ وہاں حضورؑ کا وہ لیکچر سُنا جو مہاراجہ جموں کی سرائے میں ہوا تھا اور جسے مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے پڑھ کر سُنایا تھا۔ اس لیکچر میں حضورؑ نے پہلی مرتبہ مثیلِ کرشن ہونے کا دعویٰ فرمایا۔

تیسری مرتبہ مَیں کسولی پہاڑ سے قادیان حاضر ہوا اور حضورؑ کی مجلس میں شریک ہونے کی سعادت حاصل کی۔

خدا کے راستباز بندوں کا شعار

مسیح پاک علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"فاسق اور بدکار وہی ہے جو خدا تعالیٰ سے مغفرت نہیں مانگتا کیونکہ جبکہ ہر ایک کو سچی پاکیزگی اسی کی طرف سے ملتی ہے اور وہی نفسانی جذبات کے طوفان سے محفوظ اور معصوم رکھتا ہے تو پھر خدا تعالیٰ کے راستباز بندوں کا ہر یک طرفۃ العین میں یہی کام ہونا چاہیئے کہ وہ اس حافظ اور عاصمِ حقیقی سے مغفرت مانگا کریں۔"

(نورالقرآن)

بچوں کا صفحہ

۲۷ مئی کی اہمیت

احمدی بچوں کے لئے اپنے سلسلہ کی تاریخ سے واقف ہونا بہت ضروری ہے۔ آج ہم تمہیں بتاتے ہیں کہ ہمارے سلسلہ کی تاریخ میں ۲۷ مئی کو کیا اہمیت حاصل ہے۔ سو یاد رکھنا چاہیئے کہ اس دن آج سے ۵۳ سال قبل یعنی ۲۷ مئی ۱۹۰۸ء کو جماعت میں خلافت کا آغاز ہوا۔ ہمارے آقا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالےٰ سے خبر پاکر پہلے ہی بتا دیا تھا کہ آپ کی وفات کے بعد اللہ تعالےٰ جماعت میں خلافت قائم فرمائے گا یعنی قیامت تک آپ کے جانشین اور خلیفہ ہوتے چلے جائیں گے۔ وہ آپ کے کام کو جاری رکھیں گے اور اس طرح ان کی کوششوں سے اسلام دنیا میں غالب آ جائے گا۔

چنانچہ جب ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو ہمارے آقا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وصال ہوا تو اگلے روز یعنی ۲۷ مئی کو اللہ تعالےٰ کی تائید سے حضرت مولانا نور الدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے پہلے خلیفہ مقرر ہوئے۔ اس طرح جماعت احمدیہ میں اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق خلافت کا بابرکت نظام قائم ہوا۔ حضرت خلیفہ اوّل رض کی وفات کے بعد ۱۴ مارچ ۱۹۱۴ء کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے موجودہ امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو جماعت کا خلیفہ بنایا۔ یہ خلافت ہی کی برکت ہے کہ جماعت احمدیہ اپنے آقا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال کے بعد بھی اللہ تعالےٰ کے فضل سے ایک ہاتھ پہ جمع ہے۔ وہ متحد اور متفق ہو کر اسلام کی ترقی کے لئے قربانیاں کر رہی ہے۔ اسلام کا پیغام ایشیا، یورپ، افریقہ، امریکہ الغرض دنیا کے کونے کونے میں پھیل رہا ہے۔

چونکہ ۲۷ مئی کو جماعت احمدیہ میں خلافت کا نظام قائم ہوا اس لئے ہم ہر سال ۲۷ مئی کو "یوم خلافت" مناتے ہیں تاکہ ہم خلافت کی اہمیت کو سمجھیں اور خلافت کے ساتھ وابستہ رہتے ہوئے اسلام کے لئے قربانیوں کے عہد کو دہراتے چلے جائیں۔ احمدی بچوں کو چاہیئے کہ وہ بھی دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ انہیں ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے اور اسلام کے لئے قربانیاں کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ہمارے رسول مقبولؐ کی بعض ضروری نصائح

ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری بھلائی کے لئے ہمیں بعض بہت ہی اہم اور ضروری نصائح فرمائی ہیں۔ اگر ہم ان پر عمل کریں تو ہم اس دنیا میں کامیاب زندگی گزار سکتے ہیں۔ ہم یہاں بچوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض ایسی نصیحتیں بتاتے ہیں جن پر عمل کر کے بچے اپنی زندگی کو دوسروں کے لئے نمونہ بنا سکتے ہیں۔ بچوں کو چاہیئے کہ وہ ان نصیحتوں کو بہت غور سے پڑھیں اور ان پر عمل کو اپنا شعار بنائیں۔ ہاں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:۔

۱۔ صبح سویرے اٹھا کرو کیونکہ اس کا بڑا ثواب ہے۔

۲۔ جس بندے کو اللہ تعالیٰ ذلیل کرنا چاہتا ہے اسے علم سے محروم کر دیتا ہے۔

۳۔ جن سے تم نے علم سیکھا ان کی عزت کیا کرو۔

۴۔ والدین کا حکم نہ ماننے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

۵۔ جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔

۶۔ بڑا بھائی باپ کی جگہ ہوتا ہے۔

۷۔ جب تم آپس میں ملو تو ایک دوسرے کو سلام ضرور کیا کرو۔

۸۔ جب بھی کھانا کھانے لگو تو بسم اللہ ضرور پڑھ لیا کرو۔

۹۔ جس نے بائیں ہاتھ سے کھایا اسکے ساتھ شیطان نے کھایا۔

۱۰۔ اگر راستے میں تکلیف دینے والی کوئی چیز پڑی ہو تو اسے ہٹا دیا کرو۔

۱۱۔ کبھی جانور کو بھی دُکھ نہ دو۔

۱۲۔ سچ نجات دیتا ہے اور جھوٹ ہلاک کرتا ہے۔

۱۳۔ اپنے قصور اور غلطی کا اقرار کرنے میں تامل نہ کرو۔

۱۴۔ صاف ستھرے رہا کرو کیونکہ اسلام پاکیزہ مذہب ہے۔　　(راہِ ایمان)

تمہارا اپنا صفحہ

بچو! یہ تمہارا اپنا صفحہ ہے تم اس کے لئے خود بھی چھوٹے چھوٹے مضمون لکھ کر ہمیں بھیجو۔ ہم انہیں بخوشی شائع کریں گے۔

(ادارہ)

قابلِ توجہ زعماءِ کرام

قیادتِ تربیت کے پروگرام سالِ رواں کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرائی جاتی ہے تا آپ مجالس اور خطباتِ جمعہ میں ان امور کی تلقین فرما دیں اور جائزہ لیں کہ اس کا اثر کیا ہے۔ اپنی ماہانہ رپورٹ میں اس کا ذکر فرمائیں۔

پروگرام:۔ (۱) نماز باجماعت (۲) ظاہری شعارِ اسلام کی پابندی (۳) تمباکو نوشی و نخودی سے اجتناب (۴) اسلامی اخلاق بالخصوص راست گفتاری، سچی شہادت، حمایتِ مظلوم، لغو باتوں سے اجتناب۔ (۵) ملکی و جماعتی نظام کی پابندی، اطاعت کی روح، تخریبی و ناجائز نکتہ چینی سے احتراز (قائد تربیت انصار اللہ مرکزیہ)

مجلسِ انصار اللہ کا شعبۂ مال

مجلسِ انصار اللہ کے شعبۂ مال کے فرائض میں یہ بات بھی ہے کہ اپنے پروگرام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے جس قدر روپیہ کی ضرورت ہے وہ مہیا کرے۔ مجلس شوریٰ انصار اللہ کے فیصلہ جات کے مطابق مجلس کی طرف سے اس وقت جو مالی تحریکات جاری ہیں وہ یہ ہیں:۔

چندہ مجلس	=	۲۷ نئے پیسے فی سینکڑہ ماہوار
چندہ اجتماع	=	۷۵ " " "
اشاعت لٹریچر	=	ایک روپیہ فی رکن سالانہ
چندہ تعمیر	=	حسب استطاعت

اگر اراکین اس پروگرام کے مطابق اپنے چندے بھجواتے رہیں تو کام باقاعدگی کے ساتھ انشاء اللہ چلتا رہے گا۔ سستی کرنے سے کام میں ہرج واقع ہو سکتا ہے۔ اس لئے جملہ اراکین کو جائزہ لیتے رہنا چاہیئے۔ کہ وہ بقایادار تو نہیں۔

(قائد مال مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

« اس تاریکی کے زمانے کا نور میں ہی ہوں »

,, اس تاریکی کے زمانے کا نور میں ہی ہوں جو شخص میری پیروی کرتا ہے وہ ان گڑھوں اور خندقوں سے بچایا جائے گا جو شیطان نے تاریکی میں چلنے والوں کے لئے تیار کئے ہیں - مجھے اس نے بھیجا ہے کہ تا میں امن اور حلم کے ساتھ دنیا کو سچے خدا کی طرف رہبری کروں اور اسلام میں اخلاقی حالتوں کو دوبارہ قائم کر دوں اور مجھے اس نے حق کے طالبوں کی تسلی پانے کے لئے آسمانی نشان بھی عطا فرمائے ہیں اور میری تائید میں اپنے عجیب کام دکھلائے ہیں اور غیب کی باتیں اور آئندہ کے بھید جو خدا تعالیٰ کی پاک کتابوں کی رو سے صادق کی شناخت کے لئے اصل معیار ہے میرے پر کھولے ہیں اور پاک معارف اور علوم مجھے عطا فرمائے ہیں - اس لئے ان روحوں نے مجھ سے دشمنی کی جو سچائی کو نہیں چاہتیں اور تاریکی سے خوش ہیں مگر میں نے چاہا کہ جہاں تک مجھ سے ہو سکے نوع انسان کی ہمدردی کروں ،،

(مسیح ہندوستان میں صفحہ ۱۱)

صرف ٹائٹل نصرت آرٹ پریس گول بازار ربوہ میں چھپا